رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ
ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر
ریویو آف ریلیجنز
ریویو آف ریلیجنز

سالانہ تشحیذ الاذہان قادیان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۶ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء و ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ | نمبر ۴

فہرست مضامین

آیت لومتقول اور اہل بیہا	۱	۱۷	اکمل
آیت استخلاف کے مطابق آخری خلیفہ	۱۸	۲۲	"
مسلمانوں کا خدا نجدد و تخت نشین ہرگز نہیں	۲۲	۲۴	مولوی عبدالحی صاحب حیدرآبادی
بعض قرآنی پیشگوئیوں کا پورا ہونا احمد قادیانی کی صداقت	۲۵	۳۴	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی
بود و باش امام غائب	۳۴	۳۸	" " "

قیمت سالانہ عوام سے	غیر ممالک سے	طلباء سے
عہ	عہ	عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام چیلشر نے شائع کیا

تشحیذ الاذہان و ارالامان کا علمی رسالہ

یہ وہ رسالہ ہے جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھا اور جو ہمارے خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے ۱۹۰۶ء میں جاری کیا۔ اس رسالہ کی بعض امتیازی خصوصیات ہیں +

۱۔ یہ رسالہ ہر مہینہ کی پانچ تاریخ کو ۴۰ - ۸۰ نہم صفحے حجم پر شائع ہوتا ہے اور گیارہ سال سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اپنے مقررہ وقت پر نہ نکلا ہو۔ یا ناغہ ہو +

۲۔ ہر رسالہ میں کوئی نہ کوئی ایسا جامع مضمون کسی اہم مسئلہ دینی پر نکلتا ہے جو مستقل تصنیف کا حکم رکھتا ہے۔ مناظرات اور اضافہ علمی معلومات کیلئے نہایت مفید اور ٹھوس لٹریچر بہم پہنچایا جاتا ہے +

۳۔ عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات کی تردید اور ان کے مسلّمہ غلط و باطل مسائل کی تنقید اور اپنے اسلامی عقائد کی تائید کی جاتی ہے۔ اندرونی فرقوں سے شیعہ مذہب کے متعلق خصوصیت سے مضامین ہوتے ہیں اور خود انہیں کی مستند کتب سے ان پر حجت لازمہ قائم کی جاتی ہے +

۴۔ ۱۹۱۵ء میں مباحثہ بمبئی جو مسئلہ ختم نبوۃ پر از روئے قرآن و حدیث بین سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل و حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ نمائندہ غیر مبائعین ہوا۔ اور پھر مباحثہ سرگودہ جو مسئلہ صداقت مسیح موعود و نبوۃ بعد آنحضرت صلعم پر بین سید محمد اسحاق صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث ہوا چھاپا گیا۔ ایسا ہی ایک رسالہ میں آریوں کے تمام بنیادی عقائد پر جرح کی گئی۔ آئندہ جنوری ایک مضمون شیعہ کے اعتراضات کے جواب میں شائع ہوگا جو ۴۸ صفحہ پر آئے گا اور یہ مضمون تمام مباحثات کا خلاصہ ہوگا +

اسلئے ابھی سے خریدار بن جائیے ۳ ماہوار کوئی بڑی بات نہیں جو رسالے ۸۰ - ۸۰ صفحہ پر چھپتے ہیں وہ بھی ۳ میں مل جائیں گے ۔ سالانہ ادا کر کے رسالہ اپنے نام جاری کرا لیجئے +

سالہائے ماسبق کے فائل

اور پچھلے سالوں میں جو علمی ذخیرہ ہے اسکے لئے سب سے ارزاں و بہتر تجویز یہ ہے کہ مکمل فائل ۱۹۱۰ء سے منگوا لیجئے۔ آٹھ فائل یکمشت لینے والوں کو سولہ روپیہ میں دینگے اور یوں فرداً فرداً ہر فائل کی قیمت اڑھائی روپیہ ہے۔ ان فائلوں میں بعض ۸۰ - ۸۰ - ۹۰ - ۹۰ صفحوں کے رسالے ہیں جو الگ ۸ رقمی رسالہ کے حساب سے ملتے ہیں وہ بھی اگر فائل سے الگ موجود ہوں

جلسہ پر آنے والے احباب نوٹ کر لیں کہ جن اصحاب کے ذمہ ۱۹۲۱ء کی قیمت تشحیذ ہے یا ان کا چندہ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ختم ہوتا ہے وہ اگلے سال کی قیمت پیشگی لیتے آئیں یا کسی آنے والے کے ہاتھ بھیجدیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء

آیت لو تقول اور بھائی مذہب

رمنہ

سب لوگوں کو معلوم ہے۔ ہم آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ۵ ثم لقطعنا منہ الوتین ۵ فما منکم من احد عنہ حاجزین ۵ (الحاقۃ ۲۹) حضرت مسیح موعود کی دلیل صداقت پیش کرتے ہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر یہ ہم پر ایک بات کا بھی افترا کرتا تو ہم اُسے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ بڑی زبردست گرفت کرتے۔ اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ اور پھر اس سے کوئی بھی ہمارے عذاب کو اس سے نہ روک سکتا۔ یہ محمد رسول اللہ جیسے عظیم الشان نبی کے بارے میں فرمایا۔ یہ آیت مکی ہے۔ اور رسول کریم اس آیت کے نزول کے بعد تیرہ برس کم از کم ضرور زندہ رہے۔ مگر ہم دعویٰ نبوت کی تمام مدت تئیس سال ہی لے لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی ایک معیار صداقت نبوت ہے۔ یعنی جو مدعی ۲۳ سال تک دعویٰ نبوت کے بعد زندہ رہے۔ وہ ضرور سچا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود دعویٰ ماموریت کے بعد جس کے لئے کتاب براہین احمدیہ مطبوعہ سنہ ۱۸۸۴ء شاہد

ہے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ اس لئے ۲۶ سال کی زندگی ثابت کرتی ہے۔ کہ آپ اپنے دعوئی ماموریت و رسالت میں صادق و مصدوق تھے۔

اس دلیل پر مخالفین کیطرف سے عجیب عجیب اعتراض ہوتے ہیں۔ مگر بیشتر اعتراضات دلیل کو نہ سمجھنے کیوجہ سے ہیں۔ مثلاً:-

اعتراض اول - اس دلیل کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو مدعی نبوت ہو۔ اس کے لئے ۲۳ سال تک انتظار کیا جائے اگر زندہ رہے تو مان لیں اگر اس سے پہلے مرجائے تو جھوٹا سمجھیئے +

جواب: - لاحول ولاقوۃ۔ یہ کس نے آپ سے کہا۔ کہ یہی ایک معیار صداقت ہے۔ نبی جب دعوی کرتا ہے۔ تو اسی وقت سے اس کے شواہد شروع ہوجاتے ہیں۔ اول اس کی پہلی زندگی کی پاکیزگی بدلیل فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ دوم ضرورت یعنی حالات زمانہ اس بات کے مقتضی ہوتے ہیں کہ کوئی ہادی و رہنما مبعوث ہو کر دنیا واروں کو تاریکی و ضلالت کے گڑھے سے نکالے سوم مدعی کی شرافت۔ علمی لیاقت عملی حالت شرافت و نجابت۔ چہارم دعاؤں کی قبولیت۔ پنجم رویا۔ کشوف۔ الہام کے ذریعے مخالف غیب کی خبریں۔ دنیا اور اس کا پورا ہونا۔ ششم تائید و نصرت الٰہی ہفتم تزکیہ نفوس۔ ۲۳ سال تک۔ زندہ رہنا۔ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو کر فوت ہونا بھی ایک دلیل منجملہ دلائل صداقت ہے۔ کون کہتا ہے۔ کہ اسی پر انحصار ہو البتہ جب یہ دلیل پایہ ثبوت کو پہنچ جائے۔ تو پھر انکار اشد ترین کفار کا کام ہے +

اعتراض دوم :- بعض نبی قتل ہوئے تو کیا وہ جھوٹے تھے؟

جواب: - یہ کس نے کہا۔ کہ جو قتل ہوجائے وہ جھوٹا نبی ہے۔ لوتقول کا صحیح مفہوم یہ ہے۔ کہ جھوٹا مدعی نبوت ضرور قتل کیا جاتا ہے۔ مگر اس کا مفہوم مخالف کہ جو قتل ہو۔ وہ مفتری ہے غلط ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جو زہر کھائے وہ ضرور مریگا۔ مگر یہ نتیجہ بالکل لغو ہے۔ کہ جو کوئی بھی مرتا ہے۔ وہ ضرور زہر کھانے ہی سے مرتا ہے۔ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ بالکل درست ہے۔ اور یہ ایک نبی کا نشان صداقت

ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں کہ جس سے بھی استہزاء کیا جائے وہ ضرور نبی ہے۔ بے شک جھوٹا جلد ہلاک ہوتا ہے۔ مگر ہلاکت اس شخص کے واسطے ہے۔ جس کا نام و نشان دنیا سے اٹھ جائے۔ اور کوئی بھی اس کی اتباع کرنے والا نہ ہو۔ اگر ایک مدعی نبوت گو وہ تھوڑا ہی عرصہ دنیا میں رہے ہو۔ بعثت کی غرض کو پورا کر دے۔ اور اس کی وفات کے بعد اس کا سلسلہ دن رات ترقی کرتا اور بڑھتا چلا جائے اور زمینی ذرائع و فانی طاقتیں اس کی ترقی روکنے میں کامیاب نہ ہوں تو وہ ضرور سچا ہے۔ خواہ دعوئ الہام کے تین سال بعد ہی قتل ہو جائے +

اعتراض سوم:- یہ آیت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے

جواب:- اس کا ثبوت اگر یہ بات ہے۔ تو پھر یہ نبی کریم کی صداقت پر دلیل کیونکر ہوئی۔ دلیل تو وہی ہو سکتی ہے۔ جو عام ہو اور عیسائی موسائی پر حاوی ہو۔

(ب) اگر قرآن شریف کی آیات اس طرح پر آپ نبی کریم پر محدود کرنے لگیں۔ تو بہت سے احکام شریعت بھی آپ ہی کے لئے ہو جائینگے +

(ج) بغیر کسی قرینے اور صحیح استنباط کے نبی کریم سے کسی آیت کا اختصاص دوسرے انبیاء کی نسبت احتمال تقول کو باقی رکھتا ہے۔

(د) قرآن کریم میں تو نبی کریم کو خاص طور سے ایک جگہ مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے۔ بحالیکہ مخاطب اور مامور تمام لوگ ہیں۔

(ہ) اسی قسم کے لغو استثناء سے کام لیکر بعض نادانوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً صرف نبی کریم سے خاص ہے

(و) لو تقول کا دعویٰ اصولی اور سب انبیاء پر حاوی نہ ہوتا۔ تو تورات میں اس کا ذکر نہ ہوتا۔ ملاحظہ ہو استثناء ۱۸ باب ۲۰ وہاں نبی کا لفظ نکرہ ہے۔

اعتراض چہارم:- یہ آیت صرف شارع نبیوں کے لئے ہے۔ اور حفاظت شریعت کا اظہار مقصود ہے۔ یعنی بتایا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام شریعت پہنچانے میں کوئی کمی بیشی نہیں کی +

جواب:- (۱) جناب اس تخصیص کی کوئی وجہ؟ سیاق و سباق سے کوئی قرینہ؟ آپ کے

صرف کہدینے سے تو ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۲) بعض الاقاویل عام ہے۔ اس لئے اس کا اثر بھی عام ہوگا۔ اور مطلق افتراء دعوے ماموریت پر چسپاں ہوگا۔

(۳) اگر صرف حفاظت شریعت کے متعلق یہ آیت سمجھی جائے۔ تو عملی احکامات مثلاً طریق نماز و حج کی نسبت شبہ کی گنجائش رہتی ہے۔ اور اس طرح سے تمام عبادات ظاہری غیر معتبر ہو جاتی ہیں +

(۴) اصل بات یہی ہے۔ کہ اس قسم کی حفاظت شریعت نبوت کی صداقت سے کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ اور جب ایک نبی کے منجانب اللہ ہونے کا اطمینان ہو جائے۔ تو پھر جو شریعت بھی وہ پیش کرے۔ وہ یقیناً خدا کیطرف سے ہوگی۔ نبی جو خدا تعالیٰ کے جلال و جبروت شوکت و عظمت کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ اس سے یہ ناممکن ہے۔

کہ علیم بذات الصدور کی سلطنت اور حکومت کو پورے طور پر محسوس کرنے کے باوجود کسی قسم کی خودرائی کا خیال دل میں آئے۔ لہذا اگر لوتقول کو نبوت کی صداقت کا ایک معیار سمجھ کر مطلق افتراء پر چسپاں کیا جائے۔ تو اس سے دونو مقصد حاصل ہونگے۔ اور حفاظت شریعت اس میں خود بخود آجائیگی۔

(۵) لوتقول مکی آیت ہے۔ احکام شریعت تو اکثر مدنی آیات میں ہیں۔ پس ایسے وقت میں جبکہ ابھی شریعت کے احکام نازل نہیں ہو رہے تھے۔ شریعت کو بغیر کمی بیشی پہنچانے کا سوال قبل از وقت تھا۔

(۶) لوتقول کی آیت مطلق افتراء کے متعلق ہونے کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ صرف قرآن شریف ہی نے یہ معیار نہیں پیش کیا۔ بلکہ بائبل میں بھی ہے استثنا باب ۱۸ آیت ۲۰-۲۱ +

لیکن وہ نبی جو گستاخی کرے۔ کہ کوئی بات میرے نام سے کہے۔ جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے۔ کہ میں کیونکر جانوں

کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں ہے۔ تو جان رکھہ۔ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھہ کہے۔ اور وہ جو اُس نے کہا ہے۔ واقع نہ ہو۔ یا پورا نہ ہو۔ تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی۔ بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے تو اس سے مت ڈر

اس حوالہ کے حصہ اول میں جھوٹے نبی کے قتل کا مذکور ہے۔ اور آخری حصہ میں افترا کا مطلق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ پیشگوئی جھوٹی ثابت ہونا مستوجب قتل فرمایا۔ علاوہ ازیں استثناء $\frac{۱۳}{۱-۵}$ باب آیت حزقیل $\frac{۱۳}{۲-۱۴}$ یرمیاہ $\frac{۲۳}{۵-۲۱}$ ذکریا $\frac{۱۳}{۲-۵}$ اعمال $\frac{۵}{۳۵-۴۰}$ سے بھی ثابت ہے۔ کہ مفتری قتل کیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے ہلاکت مقدر ہے۔

(۷) اگر اس آیت کو شارع نبیوں کے لئے تسلیم کیا جائے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ غیر تشریعی مامور میں اس بات کا امکان جائز رکھا گیا ہے۔ کہ وہ افترا کریں اور ان کو کوئی گرفت نہ ہو حالانکہ جرم کی نوعیت تشریعی اور غیر تشریعی یعنی مفتری کے لئے یکساں ہے کہ وہ خدا کے نام پر لوگوں کو گمراہ اور ہلاک کرتا ہے۔

آئیے لو تقول کی اس توضیح کے بعد ہم باب اور بہاء اللہ کو لیتے ہیں کہ آیا وہ اس آیت کے مصداق پر صادق ہو سکتے ہیں۔

باب کا انجام

باب کا نام ہے سید علی محمد سنہ ۱۸۴۴ء میں اس نے دعویٰ کیا۔ باب سے مہدی۔ مہدی سے قائم پھر فقط بلکہ رب بن گیا۔ اور سنہ ۱۸۵۰ء یعنی چھ سال کے عرصہ میں شاہی احکام کے ماتحت گولی سے اڑا دیا گیا۔ ہم اس کے قتل کو کاذب ہونے پر محمول نہ کرتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے ساتھ اس کی شریعت (جو البیان میں ہے۔ اور جس کی نسبت زور سے اُس نے لکھا۔ کہ پندرہ سو سال تک اب کوئی نئی شریعت نہیں آئیگی) تباہ ہوگئی۔ وہ اپنے چھ سالہ زمانہ نبوت میں ۵ سال قید میں رہا۔ اور خود اس کا مرید سید مصطفےٰ باب الحیات میں لکھتا ہے۔ کہ:۔

"اس مذہب کی بنیاد پڑتے ہی حضرت باب قتل کر دئے گئے۔ اس لئے یہ گروہ (بابی) اپنی روش و رفتار شریعت و طریقت کے احکام سے محض بے خبر تھا۔ ان کے عقائد کی بنیاد صرف حضرت باب کی سچی محبت تھی۔ اور یہی بے خبری بعض مقاموں

پر گڑبڑی کا سبب ہوئی (صفحہ ۱۵۰)

پس یہ اپنی ناکامی اور نامرادی کا اقرار خود اپنے منہ سے کر دیا گیا ہے۔ اور یہی جھوٹا ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ شریعت کی علت غائی یہ ہے۔ کہ وہ ضروریات زمانہ کے مطابق دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل کی جاتی ہے۔ اور خود شارع اس پر عمل کر کے لوگوں کو اس کی باریکیوں اور عملی عبادات سے آگاہ کرتا ہے۔ اور یہاں یہ صورت ہوئی۔ کہ خود مدعی حکم شریعت قید خانہ میں رہے اور مرید یہ نہ سمجھ سکے کہ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ پس جو منصوبہ تھا وہ اکارت گیا۔ دعوی تو یہ تھا۔ کہ اس کے ماننے والے جلد دنیا پر غالب آئینگے تمام دنیا کے مالک ہو جائینگے۔ اور من یظہرہ اللہ زمانہ غیاث و مستغاث میں آئیگا یعنی ۱۵۱۱-۱۵۱۱ کے درمیان چنانچہ اسی بناء پر اپنا جانشین مرزا یحییٰ صبح ازل کو مقرر کیا۔ مگر بہاء اللہ من یظہرہ اللہ کا مدعی بن بیٹھا۔ اور اس نے آتے ہی ۱۸۶۲ء میں یہ اعلان کر دیا۔ کہ:-

"کتاب البیان (باب کی شریعت) کتاب الاقدس کے ایک حرف کے برابر بھی نہیں۔ اور صرف اینٹ و پتھر ہے۔ اور مجھے (بہاء اللہ) کو اس سے استدلال کی ضرورت نہیں۔ اور اب بیان بالکل متروک ہے"

یہ حشر ہے اس مدعی کا کہ چھ سال میں بحالت ناکامی قتل کر دیا گیا۔ مریدوں کو خود اقرار ہے۔ کہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ کیا تعلیم دی ہے۔ یہ قطع دہنیں نہیں تو اور کیا ہے!

بہاء اللہ کے دعوی پر نظر

اب لیجئے بہاء اللہ کو۔ جس کے ماننے والے بہائی کہلاتے ہیں۔ یہ خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ کہ آئیت لوتقول مدعیان ماموریت کے متعلق ہے۔ نہ کہ مدعیان الوہیت کے۔ ان کے لئے دوسری آئیت ہے جو سورہ انبیاء میں ہے۔ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلٰهٌ مِنْ دُونِهِ فَذٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِينَ (انبیاء) وجہ یہ ہے کہ انسان ہو کر دعوئے خدائی ایسی صاف و مبرہن بات ہے۔ کہ اس کے لئے اسی دنیا میں ہلاکت ضروری نہیں کیونکہ رفع التباس کے لئے دوسرے شواہد کافی ہیں۔

اب بہاء اللہ کو اگر دعوی نبوت و ماموریت تھا۔ تو یہ اس کی کسی کتاب خصوصاً اس کتاب سے دکھانا چاہئے۔ جو وہ کتاب شریعت و ہدایت قرار دیتا ہے۔ اور جس کا نام کتاب الاقدس ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بار بار تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور نزل علی محمد آیا ہے۔ ایسا آپ کہیں بھی نہ پائینگے۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بہاء اللہ کو دعوئی ماموریت نہیں۔ بلکہ دعوئی الوہیت تھا۔ اس لئے اس کا ۲۳ سال تک زندہ رہنا آیت لوتقول کے استدلال پر کوئی زد نہیں لاتا۔

(۲) ایک طرف یہ عبارت کہ وہ لوح مبارک جو شاہ ایرانی پر نازل کی گئی۔ اور دوسری طرف یہ ثابت شدہ امر کہ وہ تمام تحریر بہاؤ اللہ کی اپنی لکھی ہوئی تھی۔ ہمیں بتا رہے ہیں۔ کہ بہاء اللہ اس مقام کا مدعی ہے۔ جو خدا کا ہے۔ یعنی وحی نازل کرنے والا۔ نہ کہ مہبط وحی۔

(۳) نزول وحی کی صورت قرآن مجید میں یہ مذکور ہے۔ کہ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ (سورہ شوریٰ) یعنی خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بذریعہ وحی کلام کرتا ہے۔ یا پردہ کے پیچھے یا رسول بھیجکر۔ آپ بہاء اللہ کی اپنی یا اس کے کسی مرید کی کتاب سے یہ نہیں دکھا سکینگے۔ کہ نزول کی ان صورتوں میں سے کسی صورت کے قائل ہوں یعنی اپنے پر وحی بذریعہ جبریل یا کسی دوسرے فرشتے کے نازل ہونا بتائیں۔ ایسا نہ ہونا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ انہیں دعوئی ماموریت نہ تھا۔ حضرت عائشہ نبی کریمؐ کے متعلق فرماتی ہیں۔ کہ سخت سردی کا موسم ہوتا۔ مگر نزول وحی کے متعلق پسینہ آپ کی پیشانی سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتا تھا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ نزول وحی کے وقت ایک غنودگی آجاتی ہے۔ یہ وہ نشانات ہیں۔ جو تمام انبیاء سابق میں پائے جاتے ہیں۔ مگر بہاء اللہ میں یہ نشانات نہ پایا جانا ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ وہ اس جماعت انبیاء کا فرد نہ تھا۔

یہ بھی ضروری ہے۔ کہ مدعی نبوت خدا کے ان الفاظ کا اعلان کرے۔ جو اس پر نازل ہوئے۔ مگر بہاء اللہ اس سے عاری ہے۔ نسیم صبح سے لطف کا اثر بار بار ذکر آتا ہے۔ مگر یہیں

نہیں لکھا۔ کہ مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی۔ یہ بات بھی ثابت کرتی ہے۔ کہ وہ انبیاء کے مسلک پر نہ تھا۔

(۵) فلا یظہر علی غیبہ الا من ارتضی من رسول کی خصوصیت اس بارے میں نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں بعض شواہد ایسے ہیں۔ جو سب مدعیان اپنی اپنی جانب منسوب کر سکتے ہیں۔ اذا العشار عطلت۔ اذا البحار سجرت۔ اذا الجبال سیرت عالمگیر عذاب طاعون۔ امراض کی زیادتی زلزلوں کا آنا قوموں کی جنگ اس لئے اس کے ساتھ اظہار علی الغیب بھی چاہئے۔ یعنی غیب کی ایسی باتوں کی خبریں جن تک قیاس انسانی نہ پہنچ سکے۔ اور جن کے ظہور پر خدائی جلال کا اظہار ہو۔ بہاء اللہ کی تمام کتابیں اور کتاب الاقدس اس سے خالی ہے۔ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں حقیقۃ الوحی نزول المسیح اور دیگر کتب میں مندرج ہیں۔ مگر بہاء اللہ کی پیشگوئیاں پیش نہیں کی جاتیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ مدعی نبوت تھا۔ یاد رہے کہ صرف نشانی باتیں نہ بیان ہوں۔ بلکہ کتاب سے دکھائی جائیں۔ جیسا کہ ہم قرآن شریف سے نبی کریم کی بابت اور حقیقۃ الوحی۔ براہین احمدیہ۔ نزول المسیح تصانیف سے مسیح موعود کی نسبت دکھا سکتے ہیں۔

(۶) وَمَا نُرسل المرسلین الا مبشّرین ومُنذرین میں یہ بتایا۔ کہ رسول ماننے والوں کے لئے مبشر اور منکروں کے لئے منذر ہوتا ہے۔ مدعی رسالت کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ ایک علیحدہ جماعت قائم کرے۔ تاکہ نبی اور اس کی جماعت اپنے وقت کی شریعت پر کاربند ہو کر اسوۂ حسنہ کا کام دیں۔ اور دنیا کے لئے حجت ہوں۔ کہ اس شریعت کی اتباع سے فلاح مل سکتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ چنانچہ نبی کے متبعین سے بھی بعض نعمت مکالمہ مخاطبہ سے سرافراز ہوتے ہیں۔ اب بہاء اللہ کے مریدوں میں سے کیا کوئی ایسا ہے۔ جو یہ دعویٰ کرے اور پھر اس کا ثبوت بھی دے۔ کہ خدا تعالیٰ ہم سے راضی ہے۔ اور ہم اس کی محبوب جماعت ہیں۔ چنانچہ میں اسی جماعت کا فرد مکالمہ مخاطبہ اللہ سے مشرف ہوں۔

حضرت نبی کریمؐ اور مسیح موعود کے پیرو تو اس کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ لیکن بہائی یہ نہیں کر سکتے جس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ خدا کی قائم کردہ جماعت نہیں ہیں۔ اور نہ بہاء اللہ میں یہ قوت قدسیہ تھی۔ کہ اس کا فیضان جاری ہو۔ بلکہ وہ خود بھی اس فیض سے محروم تھا۔ اور اس کا قائل نہ تھا۔

(۷) نبی اپنی جماعت الگ بناتا ہے۔ لیکن بہائی مذہب والے کسی کو اپنی جماعت میں شامل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی اہل بہاء کی زندگی میں کوئی خاص امتیاز ہے جس کے ذریعے وہ دوسروں سے پہچانے جا سکیں۔ ان میں ہندو عیسائی یہودی بدھ سب مذہب شامل ہیں۔ بار بار عباس آفندی کی کتابوں اور تحریروں میں آتا ہے۔ کہ تمام مذاہب سچے ہیں۔ مذہب تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات بھی بتاتی ہے۔ کہ بہاء اللہ کا طریق انبیاء والا نہیں۔ نبی مامور ہوتا ہے۔ اس کی اپنی رائے کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُونَ إِنْ يُوحَى إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۱۴ مگر بہاء اللہ اپنی نسبت لکھتا ہے۔

"قسم ہے اس آفتاب بیان کی۔ جو کہ ملکوت رحمٰن کے آسمان کے افق سے چمکا ہے کہ اگر میرے سوا کوئی دوسرا سیدھی راہ دکھلانے والا ہوتا۔ تو میں خود ہی اپنے آپ کو لوگوں کی بدگوئی اور افترا پردازی کا نشانہ نہ بناتا۔"

کیا یہ مامور ہونے سے انکار نہیں؟ ہاں مامور ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس لئے ہم بہاء اللہ کے دعویٰ کو آیت لو تقول کے معیار پر نہیں رکھ سکتے۔ نہ اسے مدعی نبوت گردانتے ہیں مامور تو وہی ہے جس کو ارشاد ہوتا ہے۔ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۱۵، فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۱۶ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ۱۷ یہ ہے مامور کی پوزیشن۔ نہ یہ کہ اگر کوئی دوسرا یہ ذمہ واری اٹھانے کے قابل ہوتا۔ تو میں یہ کام نہ کرتا۔ مامور کو تو یہ اختیار ہی نہیں کہ وہ انکار کرے +

(۹) پھر بہاء اللہ کے جانشین کے طرز عمل کو دیکھتے ہیں۔ کہ دعویٰ تو بہاء اللہ کا یہ تھا اسلام کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب شریعت قرآنی کا دور منسوخ اور نئی شریعت کا ظہور

ہے۔ نئی کتاب اقدس قابل عمل ہے۔ مگر اسی کا جانشین وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر عملی طور پر
مسلمانوں کی طرح قرآن مجید کا درس دیتا ہے۔ اور نماز و روزہ بھی اسلامی طرز پر کرتا ہے
چنانچہ اس نے دوکنگ میں خواجہ کمال الدین صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس سے
ثابت ہوا۔ کہ شریعت جدیدہ کا دعویٰ بھی یونہی تھا۔ اور صرف ایک اباحتی زندگی پھیلانا
مقصود تھا۔ ایک طرف حضرت نبی کریم شارع نبی کے خلیفہ ابوبکر رضؓ کا طرز عمل دیکھو۔ کہ
زکوٰۃ کے ایک رسّے کے لئے باوجود بے سروسامانی کے جہاد پر تل گئے۔ اور ادھر اس خلیفہ
کا رویہ اگر شارع نبی ہونے کا دعویٰ بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جاوے۔ تو قطع دین
ہو گئی۔ کیونکہ جو شریعت وہ لایا۔ اس پر عمل موقوف ہوا۔ اور خود ماننے والوں کا خلیفہ
موعود ہی اس کا منکر عملی طور پر ہو گیا۔ میرا مقصد اس ذکر سے صرف یہ دکھانا تھا۔ کہ بہاء اللہ
کی طرز انبیاء کی طرز پر نہ تھی۔ اور اسی لئے وہ اس معیار پر نہیں پرکھا جاتا۔

بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت اُسکی کتابوں سے

ان عام موٹی موٹی نشانیوں کے بعد ہم بہاء اللہ کا دعوے اس کی کتابوں سے دیکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے مندرجہ ذیل اقتباسات:۔

اقتباس (۱) پہلی تجلی جو آفتاب حقیقی سے ظاہر ہوئی۔ وہ خدا تعالیٰ کی معرفت ہے لیکن اس لایزال بادشاہ کی معرفت بغیر اسم اعظم کی معرفت کے حاصل نہیں ہو سکتی وہی طور پر کلام کرنے والا ہے۔ جو عرش ظہور پر قائم ہے۔ (اشراقات مصنفہ بہاء اللہ صـ۲)

حوالہ متذکرہ بالا میں اپنے آپ کو اسم اعظم۔ طور پر کلام کرنے والا (جس نے کہا انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری۔) "عرش ظہور پر قائم" کہا۔

اقتباس (۲) قوان سے کہدے۔ کہ بخدا رحمٰن اپنی قدرت اور سلطنت کیساتھ آپہنچا۔ اور اس کے آنے سے تمام اہل ادیان پر لرزہ چڑھ گیا۔ .... کچھ شک نہیں۔ کہ وہ شخص ظاہر ہو گیا۔ جو علم کے خزانے میں مخفی تھا۔ اور جس کا ذکر کتاب میں لکھا ہے کہدے کہ جس نے طور پر کلام کیا تھا۔ آج وہ تخت ظہور پر جلوہ افروز ہے۔ اور تمام آدمی اللہ کے آگے کھڑے ہیں۔ جو سارے جہان کا مالک ہے۔ (اشراقات صـ۲۱)

لیجئے۔ اس میں ہی حسن ہونے کا دعویٰ ہے۔ تخت ظہور پر جلوہ افروز ہونے والا جس سے تمام آدمی اللہ کے آگے کھڑے ہیں جو سارے جہان کا مالک ہے۔

۱ اقتباس (۳)، کامل معرفت کا حصول بغیر اس کے ممکن نہیں۔ کہ کلمہ مبارکہ یَفعَلُ مَا یَشَاءُ کا اقرار کیا جائے۔ (اشتہارات صـ۴)

اس میں اپنے آپ کو کلمہ مبارکہ "یَفعَلُ مَا یَشَاءُ" قرار دیا ہے۔

۱ اقتباس (۴)، ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے عالم آفرینش میں عصمت کبریٰ کو اپنی دین کی ہیکل کے لئے زرہ بنایا۔۔۔۔ یہ وہ پوشاک ہے۔ جسے قدرت کی انگلیوں نے محض اپنی ہی مقدس ذات کے لئے بُنا ہے۔ اور جو سوائے اس کے جو تخت یَفعَلُ مَا یَشَاءُ پر جلوہ افروز ہے۔ اور کسی کے سزاوار نہیں۔ (اشتہارات صـ۱۹)

اس حوالہ میں عصمت کبریٰ کا دعویٰ ہے۔ جس کی نسبت خود ہی تسلیم کیا ہے۔ کہ خاصہ الوہیت ہے۔ چنانچہ صـ۲۲ پر درج ہے:۔

"عصمت کبریٰ اسی کے لئے مخصوص ہے۔ جس کا مرتبہ امر و نواہی سے پاک اور خطاء و نسیان سے مبرّا ہے۔ کیونکہ وہ ایک نور ہے۔ جس کے پیچھے کوئی تاریکی نہیں اور عین ثواب ہے۔ جس کے پاس خطا بھولے سے نہیں بھٹکتی۔۔۔۔ اس پر جو شخص اعتراض کریگا۔ اس کا شمار سارے جہان کے پروردگار خدا تعالیٰ کی اکتاب میں ان لوگوں میں ہوگا۔ جو حق سے منہ موڑتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کی بابت اس سے باز پُرس نہیں کیجا سکتی۔ کیونکہ وہ غیب کے آسمان سے آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ یَفعَلُ مَا یَشَاءُ کا جھنڈا (خدائی اختیار) اور قدرت و اقتدار کا لشکر ہے۔ اس کے سوا سب لوگوں پر فرض ہے۔ کہ جس شریعت کا اس نے حکم دیا ہے۔ اس پر چلیں۔ اور اُس کے حکم بجا لائیں"۔

۱ اقتباس (۵) میری بشارت دینے والے نے فرمایا ہے۔ (علی محمد باب) کہ اس کا ہر حالت میں یہ قول ہوگا۔ کہ بے شک میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا

کوئی معبود نہیں اور میں ہی سب کا نگہبان اور قائم رکھنے والا ہوں"۔

یہاں اپنی نسبت قیوم و معبود کا ادعا ہے۔

اقتباس (۶) خود جناب بہاء اللہ ایک تحریر کرتے ہیں:- (بستی المبین)
علی الاسماء شروع میرے نام سے جو تمام ناموں کا نگہبان ہے"۔

اقتباس (۷) "اسی طرح جو کچھ اس پاک بزرگ مبارک اور اعلیٰ مقام میں مخلوق کے آقا کی آنکھوں نے دیکھا۔ اس کو بھی قلم تحریر نہیں کر سکتا"۔

مخلوق کا آقا اپنے آپ کو بتایا ہے۔

اقتباس (۸) وہ شخص تو ظاہر ہو گیا۔ جس کے علم سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور وہ آگیا۔ (اشراقات ص۱۷۰)

آپ ہی فرمائیے۔ کہ "جس کے علم سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں" وہ خدا ہے۔ یا کوئی اور۔ مگر بہاء اللہ اپنے آپ کو کہتا ہے!

اقتباس (۹) تو نے اپنی کتابوں اپنے نوشتوں اور اپنے صحیفوں میں اپنی ذات کے ظہور اور اپنے چہرہ کے جلال کے پردہ اٹھانے کا کل اہل عالم سے وعدہ کیا ہے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں۔ کہ تو نے اپنے عہد کو پورا کر دیا اور اس شخص کو ظاہر کر دیا۔ کہ تو نے اس امر کی اپنے حبیب اس کو... اپنے کلام سے خبر دی ہے۔ کہ اس دن بہت لوگ رب العالمین کے آگے کھڑے ہونگے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں۔ کہ تو نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اس شخص کو ظاہر کر دیا۔ (ص۲۸-۲۹)

یہاں یوم یقوم الناس لرب العلمین کی آئت کا مصداق اپنے آپ کو بنایا اور رب العالمین اپنا وجود قرار دیا۔

اقتباس (۱۰) کہتے ہیں۔ کہ قیامت قائم ہو گئی۔ پس کہ دے۔ کہ خود وہ قادر قیوم بھی آئتوں کی سلطنت کے ساتھ موجود ہوا۔ کہتے ہیں صور پھونکا گیا۔ کہہ دے۔ کہ سلطان ظہور کی قسم اس ہی وقت پھونکا گیا جس

وقت وہ اپنے نام رحمان کے عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ (ص ۳۰)

یہاں اپنے آپ کو قادر قیوم اور رحمٰن قرار دیا ہے۔

اقتباس (۱۱) بہاء اللہ اپنے بارے میں ان دلائل سے کام لینا نہیں چاہتا۔ جو اس کے غیر سے ظاہر ہوئیں۔ کیونکہ وہ سب پر محیط ہے۔ اور جو کچھ اس کے سوا ہے۔ وہ احاطہ میں ہے۔ (ص ۵۸)

یہاں اپنے آپ کو محیط اور کل عالم و مافیہا کو محاط بنایا ہے۔ جو خدا کی صفت ہے

اقتباس (۱۲) یا حسن اسمع النداء من شطر السجن انہ لا الٰہ الا ہو الفرد الخبیر اذا رأیت انجم سماء بیانی و شربت رحیق العرفان من کاس عطائی قل الٰہی الٰہی لک الحمد بما ایقظتنی و ذکرتنی فی سجنک (الواح)

اے حسن وہ ندا سن جو قید خانہ سے آرہی ہے۔ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی فرد خبیر اور جب تو میرا بیان سن لے تو کہہ اے معبود تیرے لئے حمد۔ کہ تو نے مجھے جیلخانہ میں یاد کیا۔

یہ اپنے مرید کو ارشاد ہے۔ کہ میں (بہاء اللہ) جو تجھے یاد کرتا ہوں۔ کہ اے معبود تیرے لئے حمد +

اقتباس (۱۳) یا ملاء الانشاء اسمعوا ندائی و ما لک الاسماء انہ ینادیکم من شطر سجنہ الاعظم انہ لا الٰہ الا انا المقتدر المتکبر المتسخر المتعال العلیم الحکیم انہ لا الٰہ الا ہو المقتدر علی العالمین (کتاب الاقدس)

یعنی اے مخلوق کے سردارو سنو۔ مالک الاسماء کی آواز وہ تمہیں قید خانہ سے بلاتا ہے۔ کہ کوئی معبود نہیں۔ مگر میں مقتدر۔ متکبر۔ متسخر۔ متعال۔ علیم۔ حکیم۔ کوئی معبود نہیں۔ مگر وہ جو مقتدر ہے جہانوں پر۔

ان اقتباسات کو پڑھکر کیا ذرا بھی شبہ اس بات میں رہ سکتا ہے۔ کہ بہاء اللہ

کو دعوے ماموریت نہیں تھا۔ بلکہ دعویٰ الوہیت تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور مریدوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ مجھے ایسا مانو۔ اور یوں مجھے پکارو۔ حالانکہ خود جیلخانہ میں ہے۔ اس کے متعلق یہ عذر ہو سکتا ہے۔ کہ بعض انبیاء کی وحی میں بھی ایسے الفاظ آگئے ہیں۔ جن سے ایسا مستنبط ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک بعض اوقات ایسے الفاظ آجاتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر قرآن مجید میں ایک جگہ وَمَا رَمَیْتَ اِذَا رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی آیا ہے۔ تو بیسیوں جگہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ اور اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وغیرہ ایسی آئیتوں نے بتا دیا ہے۔ کہ رسول کریم بشر ہیں۔ اور جناب الٰہی میں ہر آن محتاج۔ پھر کلمہ شہادت میں اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ نے اصل مرتبہ ظاہر کیا ہے۔ جو ہر مسلمان سے اقرار لیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات ہیں۔ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ انت منی وانا منک وغیر ذلک مگر حضور نے خود ہی تشریح فرما دی ہے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ خدا تعالیٰ اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ اور یہ کہ کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں۔ بلکہ اپنے آقا رسول کریم کے مقابلہ میں فرما دیا ہے۔ ؎

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔

ان وضاحتوں کی روشنی میں ان الہامات کے معنے ظاہر ہیں۔ اور ان کے متعلق قطعاً دھوکہ نہیں لگ سکتا۔ مگر بہاء اللہ کا تو شروع سے لیکر اخیر تک بیان ہی یہی ہے۔ اور کسی وقت اس نے یہ نہیں بتایا۔ کہ یہ الفاظ مجازاً ہیں۔ اور اپنے دائرہ استعداد کے اندر محدود بعض صفات میں اسمی طور پر پاک انسان شریک ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ نہیں۔ کہ خدا بن جائیں +

پھر ایک اور بات توجہ طلب ہے۔ کہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ مثلاً دعویٰ عصمت کبریٰ جو چاہتا ہے بہاء اللہ سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔ نہ ہی کبھی کوئی غلط نتیجہ پیدا کرے۔ اور نہ ہی کبھی بے اعتدالی سے بیمار ہو۔ اس کا اشد ترین بیماریوں میں مبتلا ہونا ڈاکٹروں کی مدد سے بمشکل جانبر ہونا۔ آخر انہی عوارض سے رحلت کر جانا عصمت کبریٰ کے دعویٰ

کو (جو خاصہ الوہیت ہے) محض برلثابت کرتا ہے۔

خیال تو فرمائیے۔ کہ دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ وہ شخص ظاہر ہو گیا جس کے علم سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور ثبوت خاک بھی نہیں۔ انبیاء اپنے مستعار علم الغیب کے ماتحت ہزاروں پیشگوئیاں کریں۔ اور وہ جس کے علم سے کوئی شے چھپی نہیں۔ دو چار پیشگوئیاں بھی نہ کر سکے۔ صرف یہ کہدے۔ کہ میں قادر و قیوم ہوں۔ رب العالمین ہوں۔ محیط ہوں یفعل ما یشاء ہوں۔ مجھے دلائل دینے کی ضرورت نہیں۔ جو اگلوں نے دیں۔ خوب۔ اس طرح تو بہاء اللہ کے دعویٰ کی اہمیت پاگل خانے کے بادشاہ سے زیادہ نہیں رہ جاتی وہ بھی اپنے آگے خرف پاروں کا ڈھیر لگا کر خزانے کے مالک بنتے اور انعام و اکرام تقسیم اور حکم و احکام جاری کرتے ہیں۔ مگر نتیجہ خاک بھی نہیں ہوتا۔

شاید کوئی صاحب کہدیں۔ کہ دشمنوں نے ان کی طرف یہ دعاوی باطلہ از راہ بغض منسوب کر دیئے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اس شبہ کے ازالہ کی یہاں گنجائش نہیں۔ کیونکہ حوالے مسلمہ کتب سے یہاں دیئے گئے ہیں۔ پھر میں ان کے ایک مرید کی کتاب سے چند حوالے دیتا ہوں۔ جس سے آپ پر واضح ہو گا۔ کہ مرید بھی یہی کچھ سمجھے ہیں۔ جو ہم سمجھے ہیں سید مصطفےٰ رومی اپنی کتاب معیار الصحیح میں جو بہاء اللہ کے دعویٰ کی تصدیق میں لکھی گئی ہے۔ رقمطراز ہیں۔

ص ۲۰۰ یوم یقوم الروح والملئکۃ صفاً لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صواباً (ترجمہ) مصطفےٰ رومی۔ اس دن جب کھڑا ہو گا روح (اللہ) اور فرشتے صف باندھے ہوئے۔

اکثر لوگوں کو اس روح کے بارے میں تردد ہوا ہے۔ کہ روح کیا ہے۔ جیسا کہ اکثر مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ بعض تو جبریل کو جو روح الامین ہے روح کہتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں۔ کہ ایک دوسری بڑی مخلوق ہے۔۔۔۔ مگر خدا تعالیٰ خود اس کے مراد و مفہوم کے رفع شبہ کے لئے سورۃ الفجر کی اکیسویں بائیسویں آیت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک

صفاً صفاً ... اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ روح سے مراد ظہور رب ہے یعنی بہاء اللہ۔ اس کے سوا کوئی دوسری مراد نہیں لی جا سکتی۔

پھر لکھتا ہے:۔ یوم یقوم الناس لرب العالمین اٹھائے جائینگے سب اپنے بدن کی قبروں سے اس سے بڑے دن کے لئے جس دن میں کھڑے ہونگے پروردگار عالمیان کے واسطے۔

یعنی اس آیت کو بھی بہاء اللہ پر چسپاں کیا ہے۔ اور قرآن شریف کی اصطلاح میں رب العالمین سے مراد بہاء اللہ بتائی ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اپنی طرف سے یہ نکتہ لکھا ہے۔ کہ ہر ایک نبی مثل تخم و شاخ کے ہے۔ مگر بہاء اللہ درخت الٰہی کا پھل ہے۔ جو بالکل اپنے اندر بیج کی ساری شان رکھتا ہے۔ یعنی بہاء اللہ کامل خدا ہے۔

خود میرزا محمود مبلغ سلسلہ البہیہ سے میری خط و کتابت دو تین سال رہی انہوں نے مجھے بتایا۔ کہ اشرقت الارض بنور ربہا۔ میں رب سے مراد بہاء اللہ ہے۔ اور یوم یاتی آیات ربک میں رب بہاء اللہ ہی کا نام ہے۔

پس ان شواہد کی موجودگی میں بہاء اللہ کیطرف دعوئی نبوت منسوب بھی نہیں ہو سکتا۔ اسے تو دعوئی الوہیت تھا۔ اور جسے دنیا ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی سنت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کی صفات خاصہ کا مالک بن کر کوئی شخص انسانی وجود میں آ جائے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو قرآن مجید کبھی لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم کی تردید نہ فرماتا۔ اور نہ تکاد السموٰت یتفطرن منہ کا وعید نازل ہوتا۔ حالانکہ مسیح کے لئے کامل انسان اور ابن آدم کا اقرار بھی نصاریٰ کو ہے۔ الغرض آیت لو تقول کا وعید مفتری علی اللہ کے لئے ہے۔ مدعیان الوہیت کے لئے اور بہت سی آیات ہیں جن سے ان کے دعوی کی بخوبی تردید ہو سکتی ہے۔ مدعیان الوہیت کے لئے اور بہت سی آیات ہیں۔ جن سے ان کے دعوی کی بخوبی تردید ہو سکتی ہے۔ مثلاً وہ تمام آیات جو عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کے رد میں

آئی ہیں۔ اور پھر ایسے شخص کی سزا بھی مذکور ہے جس آیت سے ہم حضرت مرزا غلام احمدؑ کی صداقت کا استدلال کرتے ہیں۔ اس کے نقض میں یہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کہ یہ والد اپنے دعوٰی کے بعد ۲۳ سال زندہ رہا۔ کیونکہ اُسے دعوٰی نبوت تھا ہی نہیں۔ چنانچہ اُس نے قرآن مجید کی اور آیات سے اپنے دعوٰی کی دلیلیں دینے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ آیت اپنے دعوٰی کی صداقت کے ثبوت میں پیش ہی نہیں کی۔ اور نہ دنیا کے سامنے یہ دعوٰے پیش کیا ہے۔ کہ مجھ پر وحی بھی اگلے انبیاء کی مانند نازل ہوتی ہے۔ وہ تو خود ہی رب العالمین قادر قیوم یفعل ما یشاء بنتا ہے۔ اور اپنی تحریروں اور تقریروں کو کلام اللہ قرار دیتا ہے۔ ہمارے دوستوں کو اہل بہا سے بھی مباحثات پیش آجاتے ہیں امید ہے۔ ان کے لئے یہ مضمون بہت کارآمد ثابت ہوگا۔ جو میں نے مکرمی جناب ملک نواب دین صاحب بی اے بی ٹی کے ایک مکتوب سے (جو آپ نے ایک دوست کو ایک بہائی کے اعتراضات کے جواب میں لکھا ہے۔) استفادہ کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(تذکرۃ المہدی)

کا مطالعہ کرنے والے احباب دوسرے حصہ کے خواہشمند ہیں جو صاحب باہر سے قادیان شریف میں آتے ہیں وہ دوسرا حصہ تذکرۃ المہدی کا طلب کرتے ہیں اور اسکی طلب کے خط بھی بہت سے پہونچے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی عم فیضہ نے بھی پہلا حصہ تذکرۃ المہدی پسند فرمایا اور دوسرے حصہ کے چھاپنے کی تاکید فرمائی۔ سو واضح ہو کہ کتاب تذکرۃ المہدی کا دوسرا تیسرا چوتھا پانچواں حصہ تیار ہے کُل دس حصے ہیں۔ ان تمام حصوں میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات درج ہیں آپ کا بیٹھنا۔ اُٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ کلام کرنا۔ آپ کے جماعت سے گھر سے غیروں سے تعلقات۔ نماز کس طرح پڑھتے تھے۔ اور نیز مسائل۔ مباحثے کس طرح مباحثہ کرتے اور کس طرح کرنا چاہیئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جو صاحب لینا چاہیں وہ ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے میرے نام روانہ فرمادیں۔ جب ۳۰۰ درخواستیں آجائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ ۳۰۰ صفحہ کی کتاب خوبصورت انکی خدمت میں جیسی چھپائی روانہ کردی جائیگی۔ محمد سراج الحق نعمانی قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آیت استخلاف کے مصداق آخری خلیفہ تھے

سوال جناب مرزا صاحب آیت استخلاف کے ماتحت خلفاء آنحضرت صلعم سے خلیفہ برحق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ خلافت فی الارض نافرمان قوم کی ہلاکت کے بعد ملتی ہے عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض آیت استخلاف میں بھی ابوبکرؓ عمرؓ کی خلافت مذکور ہے کفار ہلاک ہوئے اور یہ اُس زمین کے وارث بنے۔

خلیفہ رسول وہی ہو سکتا ہے جسے رسول خلیفہ مقرر کرے۔ مرزا غلام احمد صاحب آیت استخلاف کے موجب خلیفہ فی الارض ہوئے تو کس قوم کے ہلاک کرنے کے بعد اگر وہ خلیفہ فی الارض تھے تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ان کے عدو تھے +

جواب آیت استخلاف کے موعودہ خلفاء کو آیت پیش کردہ والے خلفاء پر قیاس کرنا۔ قیاس مع الفارق ہے +

اول تو اسلئے کہ موعودہ خلفاء اربعہ منتخب شدہ از مومنین ہیں اور آیت اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح اور اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد میں قوم کی قوم مراد ہے جو پہلی قوم کی ہلاکت کے بعد جانشین بنائی گئی +

دوم آیت استخلاف والے خلفاء مومنین صالح الاعمال اور ان آیات کے خلفاء عنہ المخاطبہ کفار +

سوم قوم نوح و قوم ہود قوم کے سب افراد پر مشتمل اور خلفاء اربعہ ایک تو منتخب شدہ از قوم پھر ہر ایک اُن میں سے بطور فرد واحد خلیفہ ہوا۔ قوم کی خلافت اور چیز ہے فرد واحد کی اور +

چہارم ایک قوم کی ہلاکت کے بعد دوسرا خلیفہ ہونے والی قوم پہلی ہلاکت شدہ کے بالکل مخالف عقائد اعمال اخلاق رکھنے والی ہوتی ہے۔ اور خلفاء اربعہ میں سے ہر ایک خلیفہ پہلے خلیفہ کے عقائد میں متفق تھا۔ اور اس کی تائید میں

پنجم کسی قوم کی ہلاکت کے بعد جو قوم خلیفہ ہو کر آتی ہے تو تمکین دین وغیرہ کی روکیں پیشتر ہی سے ہٹ جاتی ہیں مگر آیت استخلاف میں تو ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم کا وعدہ ساتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ خلافت اور ہے اور یہ خلافت اور ہے +

۱۹ **ششم۔** آیت استخلاف والے خلفاء کے منکرین کے لیئے وَمن کفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون فرمایا مگر قوم نوحؑ وغیرہ کے انکار پر یہ نہ فرمایا +

معترض صاحب نے جو آیت پیش کی وہ تمام پڑھتے ولیستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون اور پھر سورۂ یونس کی اس آیت سے کیتے سمجھتے ولقد اھلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا وجاءتھم رسلھم بالبینات وما کانوا لیؤمنوا کذالك نجزی القوم المجرمین۔ ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون۔ اس تقابل سے صاف کھل جاتا ہے کہ اقوام اولیٰ کی ہلاکت کے بعد کسی قوم کا خلیفہ ہونا اور چیز ہے اور آیت استخلاف والے موعودہ خلفاء کی خلافت اور چیز +

(۲) خلیفہ فی الارض اور خلیفہ رسول کو الگ الگ قرار دینا بھی غلطی ہے کیونکہ خود معترض کو مسلم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ فی الارض بھی تھے اور خلیفہ رسول بھی +

اصل بات تو یہ ہے کہ علی العموم جن خلفاء کا قرآن کریم میں ذکر ہے خواہ وہ افراد ہوں یا مجموعہ افراد سب کو خدا ہی بناتا ہے اور ہر ایک خلافت خواہ آسمانی خواہ زمینی خدا ہی کے تصرف کے ماتحت ہے فی الارض کی قید لیستخلفنھم کے ساتھ اسی لیئے ہے کہ تا اسباب پرست لوگ زمینی اسباب کے لحاظ سے اس دھوکے میں نہ رہیں کہ زمین میں جو خلیفے بنتے ہیں وہ خود بخود ہوتے ہیں یا کسی مجلس شوریٰ کے فیضان سے +

اور خلافت دو طرح پر ہے خلافت بالوحی جو طاہرین کی خلافت ہے دوسری خلافت بالسکینہ جو غیر مامورین کی ہے اور جو خدا کے تصرف کے ماتحت لوگوں کی سکینت قلب اور انتخاب بالسکینہ کا نتیجہ ہوتی ہے آیت استخلاف میں دونو خلافتوں کا ذکر ہے اور یہ خلفاء اربعہ تک محدود نہیں بلکہ جیسا کہ مصالح کا استمرار مقتضی ہے الیٰ یوم القیامہ جاری و ساری ہے۔ البتہ ایک خلافت متصل ہے ایک خلافت منفصل دونوں کا ذکر حدیث میں ہے ایک طرف فرمایا الخلافۃ ثلثون سنۃ ثم تکون ملکا خلافت تیس سال ہے اور دوسری طرف فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی ہر ایک صدی کے سر پر مجدد آئے گا۔ پس مجددین کا سلسلہ بھی آیت استخلاف ہی کے ماتحت ہے جسکی خبر کئی حدیثوں میں دی گئی ہے۔ مثلاً

(۱) علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔ خلفاء کی دو صفتیں بیان کرکے دو قسموں کی طرف اشارہ کیا۔ ایک خلافت راشدہ والے دوسرے جو اسکے علاوہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ یعنی مامور ہوں گے اس میں ایک لطیفہ اور بھی ہے۔ راشد بصیغہ اسم فاعل اور مہدی بصیغہ مفعول۔ فاعل کو معروف سے تعلق ہے اسکا تعلق مشاہدہ سے ہے پس خلافت راشدہ والے تو وہ خلفاء ہیں جنھوں نے فیضان ہدایت آنحضرتؐ سے بالمشاہدہ حاصل کیا اور مفعول کا تعلق مجہول سے ہے پس المہدیین وہ جو آنحضرتؐ سے بالتعیب فیض پاتے ہیں، المهدیین فرمایا۔ اور کیف تهلک امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح اٰخرها فرماکر ان مہدیوں میں سے ایک مہدی کو ممتاز فرمایا لا المهدی الا عیسی بن مریم فرماکر اسکی تعیین بھی فرمادی کہ آنیوالا مسیح ہی المہدی ہوگا جو اپنی شان خصوصی میں ایک ہی ہوگا +

یہ وہم کہ خلافت کے ساتھ سیاست ضروری ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خلافت جس چیز کی فرع ہے جب اسکے ساتھ سیاست ضروری نہیں یعنی نبوۃ کے ساتھ کئی نبی بلا سیاست ہوئے بادشاہ نہ تھے تو خلافت کے ساتھ کیوں ضروری ہونے لگی۔

(ب) حدیث کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی ولا نبی بعدی وسیکون خلفاء میں خاص سیاسی انبیاء کا ذکر ہے نہ کل انبیاء کا۔ پھر کلما هلک نبی خلفه نبی میں خلافت قریبہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ وسلم (کہ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی) کے بعد خلافت قریبہ جو قائم ہوئی۔ وہ خلافت سیاسی تھی۔ سیکون خلفاء بھی اسی کی نسبت ہے کہ مستقبل قریب میں جو خلافت قائم ہونے والی ہے وہ سیاسی ہوگی۔ اور وہی لا نبی بعدی کے ماتحت ہوگی۔ مستقبل بعید میں تو خلافت کا سیاسی ہونا ضروری ہے نہ غیر نبی بلکہ دیگر احادیث میں ثم تکون الخلافة علی منهاج النبوة فرماکر بتادیا کہ پھر خلیفہ نبی ہوگا۔ اور صحیح مسلم میں آنیوالے مسیح کے لئے چار بار نبی اللہ فرماکر بتادیا کہ وہ اللہ کا نبی ہوگا۔ جسطرح پر حضرت موسیٰؑ کا آخری خلیفہ سیاسی نہیں تھا اسی طرح حضرت نبی کریمؐ کا آخری خلیفہ سیاسی نہیں چاہیئے تھا۔ بلکہ جمالی شان میں اور یہ کہنا کہ عیسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ نہ تھے۔ قرآن مجید سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ انا انزلنا التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذین هادوا میں بتایا

کہ تورات سے ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے تمام نبی فرمانبرداری میں اسی تورات کے مطابق فیصلے دیتے تھے یعنی حضرت موسیٰؑ کی خلافت کا کام کرتے اسی سلسلہ میں فرمایا وقفینا علیٰ اٰثارھم بعیسی بن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ۔ پس سب سے پیچھے ان مذکورہ بالا نبیوں کے قدم بقدم عیسیٰؑ بن مریم آئے یعنی آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ تھے۔ چنانچہ اسی لئے وبعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل میں بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ نے تورات بھی پڑھی اگر وہ صاحب شریعت نبی آئے تو تورات کی تعلیم پانے کی کیا ضرورت تھی +

اور یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو بادشاہی نہیں ملی اسلئے وہ خلیفہ نہ تھے اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ خلافت کے لئے سیاست ضروری ہے۔ ایک نبی یا ایک خلیفہ دلوں کو فتح کرنے سے بھی زمین کا وارث ہو جاتا ہے اور اسی طرح پر استخلاف فی الارض کا مضمون ظاہری رنگ میں صادق آجاتا ہے چنانچہ آنحضرتؐ کو مکی زندگی میں فرمایا افلا یرون انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون۔ یعنی جوں جوں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں توں توں ان کی زمین کا ورثہ بھی ان کے اسلام قبول کرنیکی وجہ سے اسلامی قبضہ میں آرہا ہے۔ اسطرح پر ہر نبوت زمین کی وارث ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح خود بادشاہ نہ بنے مگر ان کی پیروی کا دم بھرنے والے آخر ان معنوں میں بھی زمین کے وارث ہو گئے جنہیں معترض صاحب سمجھتے ہیں۔ یہ بادشاہی اور حکومت اس طرح بھی ملجاتی ہے کہ زمانہ کے بادشاہ اس سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور تابع کا کام وانعام متبوع ہی کا ہوتا ہے +

سوال دوم حدیث بخاری کی رو سے حضرت نوحؑ پہلے نبی ثابت ہوتے ہیں آپ حضرت آدم کو کیسے کہتے ہیں +

جواب حضرت نوح کو جو اول الانبیاء کہا گیا ہے تو بلحاظ انکی خاص بعثت اور اولوالعزمی کے۔ چنانچہ آپ ہی تھے جو پہلے کفار اور مشرک قوم کی دعوت کے لئے مبعوث ہوئے آدم کے اول الانبیاء ہونیکا ذکر مسند امام احمد حنبل اور مشکوٰۃ باب ذکر الانبیاء میں ہے عن ابی ذرؓ قال قلت یارسول اللہ ای الانبیاء کان اول قال اٰدم قلت یا رسول اللہ ونبی قال نعم نبی مکلم۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ دو حدیثوں میں اختلاف ہے شراح نے

اسے یوں حل کیا ہے۔

قولہ اول نبي بعثہ اللہ قیل ھو نبی مبعوث ای مرسل و من قبلہ کانوا انبیاء غیر مرسلین کآدم و ادریس ۔۔۔ و قیل اول نبي بعثہ اللہ ای من اولی العزم ۔

نوح کے لیئے اول نبی کہنا ان معنوں میں ہے کہ وہ نبی لوگوں کی طرف مبعوث ہوا آدم و ادریس نبی تھے مگر غیر مبعوث۔ یا اول نبی میں اولوالعزم انبیاء کا ذکر ہے۔

قرآن کریم میں علّم ادم الاسماء کلھا فرمانا دلیل نبوت آدم ہے۔ اور ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا میں صریحًا بتا دیا کہ جیسے نوح نبی تھے ویسے ہی آدم۔ ابیٰ و استکبر و کان من الکافرین میں بتا دیا کہ آدم کی نبوت اس شان کی تھی کہ انکا منکر کافر ہو جاتا اگر حضرت آدم کو نبی نہ مانا جائے تو ان کے مؤمن ہونے کا بھی ثبوت مشکل ہوگا۔ کیونکہ سوال یہ ہوگا کہ کسکی شریعۃ اور کس کے صحیفہ ہدایت اور تعلیم کے مطابق آپکو ایمان حاصل ہوا۔ پھر حضرت آدم کے دو نو بیٹوں کی قربانی بتاتی ہے کہ شریعت ان سے پہلے قائم ہو چکی تھی پس آدم کی نبوت ثابت ہے +

کیا مسلمانوں کا خدا محدود اور تخت نشین ہے؟

ہرگز نہیں

ایک آریہ نے اعتراض کیا ہے کہ مسلمانوں کا خدا محدود ہے اور تخت نشین۔ چنانچہ قرآن مجید میں لکھا ہے ثم استوٰی علی العرش پھر خدا تخت پر جا بیٹھا +

اما الجواب اسلامی خدا لامحدود۔ ازلی و ابدی اور وحدہ لاشریک ہے۔ وہ جمیع اشیاء موجودات کا خالق اور مالک ہے۔ وہی ہستی بالذات ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی شے نہیں جو خدا کے سوا الحی القیوم زندہ اپنی ذات کے ساتھ قائم ہو۔ کوئی جسم کوئی ذرّہ کوئی روح آپ سے آپ ہو نہیں سکتی۔ ہر ایک شے کا وجود۔ بقاء اور نمود اللہ ہی کے سہارے پر ہے ماسوائے اللہ کے کوئی شے بوجود ذاتی موجود نہیں ہے اللہ خالق کل شئ وھو علی کل شئ وکیل۔ ہر شے (مادہ و روح اور جسم) کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی ہر شے پر وکیل ہے بدیع السمٰوٰت والارض۔ زمین و آسمان کا موجد وہی ہے۔ ایک

۱۳

وقت تھا جبکہ زمین و آسمان وغیرہ کچھ نہ تھا کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ۔ اللہ ہی کی ذات تھی اور اُس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی قدرت کاملہ و قوت ایجادیت سے پیدا کیا هُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وہی اللہ زمین میں بھی ہے اور وہی آسمان میں بھی وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ وہی خدا آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود اور وہی سمیع اور علیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ہر جگہ نہ ہو تو لوگوں کی کیسے سُن سکے اور اُنکا حال کیسے جان سکے اسلئے فرمایا ہے کہ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَمَا كَانُوْا۔ سورہ مجادلہ رکوع ۲ جہاں کہیں تین آدمی ہوں تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا خدا ہوتا ہے۔ اس سے کم ہو یا زیادہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر صریحاً فرمایا کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب تر ہیں۔ اسی طرح بیشمار آیات قرآنی سے اظہر من الشمس ہے کہ وہ ذات باری ہر جگہ موجود ہے۔ پس جبکہ سارا قرآن مجید اس قسم کی آیات سے پُر ہے کہ وہ خدا تعالیٰ ہر جگہ موجود۔ سب کا معبود۔ حاضر و ناظر۔ سمیع و علیم۔ علی کل شئے محیط ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ خدا کے پاک کلام میں دوسری جگہ اُسکے برخلاف ہرگز نہیں ہو سکتا اگر کسی جگہ بظاہر برخلاف معلوم ہو تو اُسکے معنے اور مطلب کچھ اور ہوگا جو محاورہ زبان پر غور کرنے اور تفاسیر کے ملاحظہ سے حل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ معترض صاحب کا وہم و خیال اور ترجمہ غلط ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کہ خدا تخت نشین ہے۔ عرب کے محاورہ میں تخت سلطنت پر متمکن ہونے حکومت ہاتھ میں لینے ملک پر قبضہ کرنے اور حکومت کا سکہ جمانے اور احکام کے جاری کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ عرب کا ایک مشہور شاعر کہتا ہے +

استوی البشر علی العراق　　من غیر سیف ودم مهراق

بشر عراق کے ملک پر متسلط ہو گیا۔ شمشیر زنی اور خونریزی کے بغیر یعنی قتل و خون کی بھی ضرورت نہ ہوئی غرضیکہ استوٰی کے معنے لغت عرب میں یہ بھی ہیں۔ قبضہ کیا۔ غالب آیا۔ صحاح جوہری۔ لسان العرب تاج العروس۔ صراح وغیرہ ملاحظہ ہو +

پس قرآن شریف میں بھی ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے معنے یہ بھی ہیں کہ خدا تعالیٰ زمین و آسمان

پیدا کرنے کے بعد اُسپر مسلط حکمراں اور اُسکا حقیقی سلطان ہوا۔ اور اپنا امر حکومت دنیا پر جاری کرنے لگا۔ جیسا کہ آیت محوّلہ بھی اس امر کو صاف کر رہی ہے ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش الی آخر۔ تمھارا پروردگار سزاوار عبادت وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر ان تمام موجودات پر باستحقاق قابض و مسلط ہوا۔ وہی رات دن کی تبدیلی کرتا ہے۔ سورج اور چاند اور تمام ستارے اُسی کے حکم میں مسخر و منقاد ہیں پیدا کرنا اور حکم نافذ کرنا اُسی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے بڑا ہی برکت والا ہے۔ اور ایک جگہ صاف استوٰی علی العرش کی تفسیر یدبّر الامر سے کر دی ہے پھر عرش پر مستوی ہو کر ہر ایک امر کی تدبیر کر رہا ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے استوی علی العرش ای حصل لہ تدبیرات المخلوق علی ماشاء و اراد الی استوی العرش الملک والجلال یعنی تمام کائنات کی تدبیرات اور تصرف کی طرف متوجہ ہوا ہے عرش یعنی تخت ملک و جلال پر بیٹھا۔ شرح مواقف میں اکثر علماء نے استوٰی سے غلبہ و قدرت مراد لیا ہے۔ بیضاوی کے حاشیہ پر بڑی مفصل بحث کی ہے جو کہ ہماری تائید میں ہے +

پس اس تمام تقریر اور حوالجات تفاسیر وغیرہ سے واضح ہو گیا کہ ثم استوٰی علی العرش کے معنے تنفیذ امر۔ حکمرانی کرنے۔ غالب ہونے اور تسلّط کاملہ کے ہیں جو مسلمانوں کے خدا کو استحقاق کے ساتھ حاصل ہے بخلاف آرین عقیدہ کے جسکی بنا پر تسلط محض جبری اور قہری بنتا ہے اور ارواح سے عبادت اور اطاعت لینا ناواجب ٹھہرتا ہے + عبدالحی عتیق قادیان +

سوال کا جواب سوال

بعض آدمی صرف اعتراض کرنا ہی جانتے ہیں اور نہیں سوچتے یا کم از کم دیانت داری سے یہ نہیں جاننا چاہتے کہ یہ اعتراض جو ہم کر رہے ہیں دراصل اپنے پاؤں پر کلھاڑی چلا رہے ہیں۔ آریہ سماج کے مناظر ہمیشہ پوچھتے ہیں جب یہ دنیا نیست تھی تو خدا کس چیز کا خالق کس چیز کا مالک تھا ہم پوچھتے ہیں کہ روح و مادہ کو ملا کر یہ مخلوق بنانے سے پہلے خدا تعالیٰ کس چیز کا خالق تھا۔ اس کا جواب آریہ نہیں دے سکتے۔ نیز ان کو معلوم نہیں کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے نیست سے ہست کرتا اور خالق و مالک ہے۔ پس اعتراض ہی کوئی نہ رہا +

۷۸۶

بعض قرآنی پیشگوئیوں کا پورا ہونا

تصدیق حضرت احمد قادیان

کون سا قرآن خوان مسلمان ہے۔ جس نے سورۂ ملک کو سلسلہ تلاوت میں ایک بار نہیں۔ بلکہ زندگی میں کئی بار نہ پڑھا ہوگا۔ علاوہ حاملان قرآن مجید و حافظان فرقان حمید کے اکثر مسلمان بباعث خواص عدیدہ مثلاً مانع عذاب یا محض بغرض حصول ثواب اس سورہ مبارکہ کو حفظ کر لیتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ہونگے۔ جن کو اس سورہ کی بعض آیات پر جو اس میں بطور پیشگوئیوں کے ہیں۔ خاص غور و خوض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔

ذیل میں بعض آیات سراپا ہدایات کی کچھ تشریح عرض کی جاتی ہے۔ جن کے اندر تیرہ سو برس پہلے سے بعض واقعات کا ذکر ہے۔ جو اتنی مدت مدید کے بعد خاص اس زمانہ میں آکر ظہور پذیر ہوئے ہیں اور وہ واقعات کیا ہیں؟ ایک غیر معمولی و ناقابل برداشت سلسلہ مصائب و شدائد ہے۔ جس میں آج ایک عالم مبتلا ہے۔ اور اہل اسلام خاص طور پر۔ اور ان مصائب سے بچنے کے لئے ہر ایک جماعت بلکہ ہر ایک فرد حیران و پریشان ہے۔ مگر خلصی کی صورت اور نجات پانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ ویسے تو اکثر ہمدردان ملت اخباروں اور عام جلسوں میں اظہار کرتے رہتے ہیں۔ کہ ہماری تباہی کا موجب کلی تعلیم قرآن سے روگردانی ہے۔ اور پھر اگر ہم کامیاب بھی ہوں گے۔ تو اسی کتاب مستطاب پر کاربند ہونے اور اس کی ہدایات کو دستور العمل زندگی بنانے سے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ صرف اسی قدر ہی اور زبان سے سنوانا اور یا کسی کا ماننا کافی نہیں۔ جیسے کہ کسی کو مہلک مرض کا علاج بتلا دینا یا مریض کے محض اس کے مفید ہونے کا اعتراف کر لینا واقعیہ مرض کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ یہی باعث ہے۔ کہ اب تک وہ مرض بدستور قوم مریض کے اندر چلا آتا ہے۔ اور اس کا زہریلا اثر روز بروز ترقی پذیر ہے۔

ہم مانتے ہیں۔ کہ قرآن سے ہی ہماری مشکلات میں آسانی ہوگی۔ لیکن قرآن کو کوئی سمجھانے والا

اور اس کی تعلیم پر چل کر دکھانے والا بھی تو ہونا چاہیئے۔ محض قرآن کا ہونا تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی کافی نہ تھا۔ یعنی ایسا نہیں تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو صرف قرآن سنا دیتے تھے۔ اور بس۔ اور اتنے پر ہی اپنے کو فرض رسالت سے سبکدوش سمجھ لیتے تھے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ اگر اسی قدر کافی ہو۔ تو پھر معلم اور نبی میں فرق کیا رہیگا۔ مختصر یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کے ساتھ قرآن کے اصل معارف اور برکات سے مسلمانوں کو کافی بہرہ اندوز کرنے کے لئے ایک معلم مستند کی بھی ضرورت ہے۔ اور معلم مستند بھی کہاں کا؟ دیوبندی یا علیگڈھی یا دہلوی؟ نہیں۔ بلکہ معلم ملہم ربانی و ڈگری یافتہ دارالعلوم آسمانی !!!

ذیل میں نمونہ کے طور پر ایک آیت سورۂ ملک سے ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ جس سے علاوہ ایک خاص پیشگوئی کے زمانہ موجودہ میں ایک عظیم الشان معلم روحانی کی بعثت کو ثابت کیا جائیگا۔ اور وآنیہ وافی ہدایہ یہ ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ (آخر سورہ ملک

(ترجمہ) اے پیغمبر ان سے کہو۔ کہ تم نے بھلا غور کیا ہے۔ کہ اگر تمہارا پانی اتر جائے۔ تو پھر کون ہے۔ جو تمہارے لئے پانی کے سوتوں کو جاری کر سکتا ہے؟

معزز ناظرین! یوں تو قلت بارش و کمی باران کی شکایت نقریباً ہر شخص نے اپنی زندگی میں کئی کئی دفعہ دیکھی یا سنی ہوگی۔ لیکن جو شکایت قلت آب کی اس سال دیکھی سنی گئی ہے۔ وہ معمولی نہ تھی۔ بلکہ جس طرح پر کہ ہر خورد و کلاں پیر و نوجوان کو شہروں دیہاتوں میں اس کا بخوبی تجربہ ہو چکا ہے۔ درحقیقت یہ شکایت غیر معمولی تھی۔ اور عالمگیر بھی۔

اب کے پانی کی قلت ہمارے ملک پنجاب و ہندوستان تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ کشمیر و کابل انگلینڈ و فرانس و نیویارک (امریکہ) تک قلت آب نے مخلوق خدا کو پریشان اور بیتاب کر دیا۔ دھوپ کی شدت سے جو ناقابل برداشت تھی۔ کئی لوگ تڑپ کر مر گئے۔ فصلیں برباد اور کئی ذخیرے نذر آتش ہو گئے۔ انگلینڈ اور فرانس کے بعض شہروں میں پانی قیمتاً فروخت ہونا رہا گھاس اور چارہ کے نہ ملنے سے بیچارے بے زبان مویشی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے اور زبان نکالے ہوئے سسکتے رہے۔ دیہات کے کئی تالاب اور جوہڑ خشک میدان کی طرح ہو گئے۔ اور جاری

کنوؤں کے پانی اُتر گئے۔ آباد علاقوں میں چاہات سے پانی اتر جانے کی افسوسناک خبر جس طرح میرے احمدی بھائی ڈاکٹر اعظم علیخان سلمہٗ نے گوجرانوالہ سے ماہ جون میں لکھی تھی۔ اسی طرح کشمیر اور بلکہ کابل کے خطوط سے بھی یہ معلوم کرکے حیرت ہوئی۔ کہ وہاں پر بھی یہی تشویشناک حالت پیدا ہو گئی ہے۔

پس اس عالمگیر شکایت قلت آب پر عموماً اور صادکم غوراً یعنے پانی کے اتر جانے پر خصوصاً میں معزز ناظرین سے چاہتا ہوں۔ کہ وہ اصل آیت اور اس کے ترجمہ پر دوبارہ بخوبی غور فرمائیں۔ اور پھر انصاف سے بتلائیں۔ کہ میرا یہ استدلال واقعی درست ہے یا نہ؟ یعنی یہ کہ یہ آیت سال رواں کی قلت آب اور کنوؤں اور چشموں کے پانی اتر جانے پر دلالت کرتی تھی یا نہ؟ جس کو موجودہ زمانہ کے سفید ریش اور معمر لوگ بھی غیر معمولی تسلیم کر چکے ہیں۔ پس جبکہ خصوصاً پانیوں کا اتر جانا اطراف واکناف عالم میں مشاہدہ میں آگیا۔ تو اب کسی مخالف و موافق کو اس قرآنی صداقت سے انکار کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ فہو المراد۔

اس کے ساتھ ہی آیت محولہ بالا کے دوسرے حصے فمن یاتیکم بماء معین پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ آخر کس ذات پاک جل جلالہٗ نے محض اپنے فضل و کرم عام سے اس عالمگیر ناامیدی کے تلاطم سے نکالکر ہم کو ساحل مراد پر پہنچایا یعنے باران رحمت نازل فرمایا؟ اور جہاں پر پہلے سبزہ کا نام و نشان اور ہریاول کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اب دیکھو تو ہر طرف سبزہ زار خوشگوار اور بہار نضارت بخش انظار کا سماں آشکار ہے۔ کنوؤں کے اترے ہوئے پانی اوپر چڑھ آئے۔ اور سوکھے چشمے جاری اور تالاب اور جوہڑ کناروں تک بھر آئے۔ کیا خدائے قادر کے سوائے یہ کسی فرد خاص یا افراد کی سعی و جد و جہد کا نتیجہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سب سیرابی اور شادابی اسی رحمان و رحیم رب العالمین کے الطاف عامہ ہی سے دوبارہ نصیب ہوئی ہے۔ جس کی تعریف میں وارد ہے۔ ھوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا الآیہ۔ یعنی وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ جو مینہ نازل کرتا ہے۔ جب کہ تم ناامید ہو چکتے ہو۔ اور اسی لئے اس مقتدر استفہام فمن یاتیکم بماء معین کے جواب میں ہدایت کی گئی ہے کہ عرض کیا کریں۔ اللہ یاتینا بماء وھو رب العالمین ط یعنی ہمارا اللہ ہم کو پانی لا دیگا۔

اور وہی جہانوں کا رب ہے۔

اخبار میں اصحاب کی یاد میں غالباً ابھی تک یہ واقعہ تازہ ہوگا۔ کہ ولایت میں ایک آدہ مہینہ پہلے بعض شہروں میں خدائی طاقت سے بداعتقادوں اور مادیت کے دلدادوں نے ظاہری اسباب یعنی آلات سائنس و بارود و ہوائی جہازوں کے بھروسہ پہ بارش برسانے کا ادعا کیا تھا۔ یہاں تک کہ شائقین تماشہ مین بہ یقین بارش ہو جانے کے خیال سے اپنے چھاتے بھی ساتھ لیتے گئے تھے مگر بقول ؎ ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم۔

یہ حرص و ہواؤں کے مصنوعی خداؤں کے پجاری بکمال حسرت ناکام و نادم و نامراد واپس آئے۔ اور یہ ناکامی و نامرادی کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ اس مقدس کلام اور الٰہی استفہام "فمن یاتیکم بماء معین" کی عظمت برقرار رہے۔ اور تاکہ جاری پانیوں کے اتر جانے کے بعد دوبارہ پانی کے سوتے جاری کر سکنے کی قدرت سوائے قادر و توانا خدا کی ذات پاک کے کسی دوسری ذات کی طرف منسوب نہ ہو سکے ؎

کجا قادر کجا دجّال بے باک؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہاں تک تو اس آیۃ کی ظاہری تفسیر تھی لیکن ایک باطنی و حقیقی تعبیر یعنی تاویل اس کی اور بھی ہے وہ یہ کہ آیہ ہذا پہلے روحانی پانی (الہام) کی خبر و یافت کا ذکر کر کے مکذبین و منکرین کو تنبیہ فرماتی اور اس کے بعد مومنین مخلصین کو کسی مامور کے ذریعے اسے دوبارہ نازل کرنے کی بشارت دیتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کا سلسلہ بھی ضروری ہے۔

مفسرین اہل سنت کی نسبت تو میں کہہ نہیں سکتا۔ کہ انہوں نے اس آیۃ قرآنی ہدایۃ سے کسی معلّم روحانی و ملہم ربانی کی ضرورت اور بعثت پر بھی استنباط فرمایا ہے۔ یا نہ؟ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ شیعوں نے اپنی تفاسیر اور دوسری کتب احادیث میں بکمال شدّ و مد اس سے وجود مسعود مہدی موعود کو ثابت کیا ہے۔

چنانچہ تفسیر صافی میں جو تقریباً تمام شیعہ تفاسیر کا بہترین ملخص ہے۔ آیۃ مذکورہ کے ضمن میں لکھا ہے:

قل ارءیتم ان اصبح ماؤکم غوراً غائراً فی الارض بحیث لا تنالہ الدلاء فمن یاتیکم بماء معین وعن الرضاؑ انہ سئل عن ھذہ الآیۃ فقال ماؤکم ابوابکم

الائمۃ والائمۃ اجواب فمن یاتیکم بماء معین یاتیکم بعلم الامام و
فی الکافی من الکاظم اذا غاب امامکم فمن یاتیکم بامام مجدد یں
وفی الاکمال عن الباقر انہ سئل عن تاویلہا فقال اذا فقد تم
امامکم فلم تروہ فماذا تصنعون وعنہ قال ھذہ نزلت فی الامام
القائم یقول ان اصبح امامکم غائبا عنکم لا تدرون این ھو
فمن یاتیکم بامام ظاھر یاتیکم بلخبار السموات والارض حلال
اللہ وحرامہ ثم قال واللہ ما جاء تاویل ھذہ الایۃ ولا بد ان
یجیئ تاویلہا (تفسیر صافی مطبوعہ بمبئی جلد ثانی صفحہ ۳۲۷) (ترجمہ) کہ اے پیغمبر بھلا دیکھو تو اگر
تمہارا پانی اتر جائے۔ غور کا مطلب ہے۔ کہ زمین اتر جائے۔ یہانتک ڈول نہ بھرے جا سکیں
تو کون معین پانی لا دے سکیگا۔ معین سے مراد جاری اور ظاہر اور جس کا لینا آسان ہو۔

تفسیر قمی میں ہے۔ کہ بھلا سوچو تو۔ کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے۔ تو پھر اس امام
کی مانند (مثیل امام) تمہیں کون لا دے۔ امام رضا علیہ السلام سے اس آیت کی بابت
پوچھا گیا۔ تو فرمایا "ماء کم" (تمہارے پانی) سے مراد تمہارے دروازے یعنی امام
ہیں۔ اور امام اللہ تعالےٰ کے دروازے ہیں۔ (یعنی ان ہی کے ذریعہ سے حریم قرب الٰہی
تک رسائی نصیب ہوتی ہے۔) پس تمہیں جاری پانی کون لا دیگا۔ اس سے مراد امام
کا علم ہے۔ اور کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ اگر تمہارے امام
غائب ہو گئے۔ تو پھر جدید امام کہاں سے پاؤ گے۔ اور کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ
(ابو جعفر قمی) میں ہے۔ کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل پوچھی گئی۔ تو
فرمایا۔ کہ یعنی جب تم نے اپنے امام کو کھو دیا۔ تو پھر اس کو نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر کیا کرو گے
اور آپؑ سے ہی مروی ہے۔ کہ یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے حق میں اتری ہے۔ جس
میں خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تمہارے امام تم سے غائب ہو گئے۔ اور تم نہیں جانو گے۔ کہ وہ کہاں
ہیں۔ تو پھر امام ظاہر تم کہاں سے پاؤ گے۔ جو تمہیں آسمانوں اور زمین کی خبریں سنائے۔
اور حلال حرام سے مطلع کرے۔ پھر فرمایا قسم ہے خدا کی کہ اس آیت کی تاویل کا ابھی وقت

نہیں آیا۔ اور ضرور ہے کہ اس کی تاویل معلوم ہو جائے۔ ایک اور نامور شیعہ فاضل نے لکھا ہے:-

دور تفسیر ان اصبح ماءکم غورا فمن یاتیکم بماء معین فرمود۔ فرو رفتن آب غیبت امام است و بیروں آمدن "ماء معین" کنایہ از ظہور و خروج آنجناب است۔ دیکھو کتاب ریاض الشہادۃ مؤلفہ حاجی محمد حسن قزوینی ہمعصر سلطان فتح علی شاہ قاجار شاہ ایران (جسکی تالیف سے فراغت کی تاریخ یوم جمعرات ۱۲۔ شعبان ۱۲۲۷ھ آخر کتاب میں خود مولف نے لکھی ہے۔) جلد ۳ صـ ۲۵۹ مجلس سنگی مطبوعہ ایران ۱۲۷۶ھ

پھر ترجمہ قرآن مطبوعہ مطبع یوسفی لاہور میں لکھا ہے:-

فمن یاتیکم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ اگر ہو جائے۔ تمہارا امام غائب اور تم اس کو نہ دیکھو اور نہ جانو کہ کہاں ہے تو بس کون لائے تمہارے پاس امام ظاہر کو کہ خبر دے تم کو آسمان اور زمین سے اور بتلائے وہ تم کو حلال حرام اور منقول ہے۔ کہ جب یہ آیت تلاوت کرے۔ تو کہے الحمد للہ رب العالمین۔ دیکھو ترجمہ قرآن مطبع یوسفی پہلا ایڈیشن حاشیہ صـ ۹۱۱ بذیل آیہ مذکور سورۂ ملک) شیعہ کی مسلمہ کتب معتبرہ کی محولہ بالا تفاسیر و معانی و تاویلات پر کچھ بھی نظر ڈالنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ آیت اخبار مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے:-

(الف) یہ کہ اُن کے بارہویں امام یعنی مہدی علیہ السلام غائب ہو جائینگے۔ اور پھر اُن کا دیکھنا ان کو نصیب نہ ہوگا۔

(ب) یہ کہ وہ خود دوبارہ ظہور نہ فرمائینگے۔ بلکہ کوئی اُن کا مثیل اور جدید امام مبعوث ہو کر آئے گا۔

(ج) یہ کہ اس آیت کی تاویل کے لئے ایک خاص وقت مقرر تھا۔ اور اس سے ماقبل اس کے بیان کرنے پر کوئی امام یا عالم دین قدرت نہ رکھتا تھا۔ البتہ اپنے وقت مقررہ پر ضرور تھا کہ کہ اس کی تاویل ظاہر ہو جائے۔

سو الحمد للہ کہ اس سال کی خشک سالی اور عالمگیر قلت آب کے بعد خوش باراں رحمت سے جہاں آیت مذکورہ کے ظاہر الفاظ اور ان کے سرسری معانی سے ایک خاص قرانی پیشگوئی

کی تصدیق ہوگئی۔ وہیں ایک جدید امام اور مدعی مہدویت کے بروقت ظہور اور اس منجانب اللہ ۔ مامور ہونے کی تاویل بھی اظہر من الشمس ہوگئی۔ پس حسب ارشاد ائمہ کرام اہلبیت علیہم السلام ہم احمدی سچے دل سے الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں۔ اور شیعہ کو تو یہ کلمہ شکر کہنا تو موزوں ہی معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو اگلے امام تھے وہ غائب ہوگئے۔ اور جدید امام کا ان بیچاروں کو پتہ نہیں۔ پس اگر وہ الحمد للہ کہیں بھی تو کس نعمت کے شکر پر۔

موجودہ زمانہ کے اکثر مسلمان خواہ شیعہ ہوں یا سُنی ہند و سندھ سے لیکر ایران مصر و شام و عرب تک جانتے ہیں۔ کہ کس شخص نے امام زمان و مہدی دوران ہونے کا دعوی کیا اور تمام ادیان باطلہ کے مقابلہ میں زبردست دلائل کے ساتھ اسلام کی صداقت کو آفتاب نصف النہار کی مانند ظاہر و باہر کر کے دکھلا دیا۔ حمائت دین متین میں کس کی کوششوں کو خدا نے منظور کر کے بابرکت فرمایا۔ اور کس غازی اسلام اور مجاہد فی الدین کے جانثار خدام اپنے وطن اور بال بچوں کو خیرباد کہکر انگلستان امریکہ اور افریقہ میں رات دن تبلیغ اسلام کے مقدس کام میں ہمہ تن مصروف و مشغوف اللہ اکبر کے پرزور نعروں سے تثلیث کے گنبد کو مرعوب بنا رہے ہیں۔ اور کس کی تصدیق میں سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں کسوف و خسوف جیسے نشان رمضان شریف کے مہینے میں ظاہر ہوئے۔ کس کو مسیح الدجال کی شناخت کا علم عطا ہوا۔ اور کس نے یاجوج ماجوج کے عالمگیر جنگ کی قبل از وقت پیشگوئی شائع کی۔ کس مدعی نے اس دور حاضرہ میں ببانگ دہل اپنی صداقت کا ڈنکا بجاتے ہوئے فرمایا ؎

آسماں بارد نشان الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

کس کے منکرین کو آج قسم قسم کے عذابوں کا سامنا ہے جس کا ذکر اس سورۂ ملک میں موجود ہے + اور کس کے ماننے والوں کے لئے موجودہ تسلسل انتہائی مایوسیوں اور ناامیدیوں کے ایام میں بھی مسرت افزا پیغام درباره ترقی اسلام موصول ہوتے رہتے ہیں؟

اے مسلمانو! وہ امام برحق اور قرآن ناطق معلم روحانی ملہم ربانی بروز محمد چودھویں صدی کا مجدد اجل فارس حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام ہی ہیں نہ کوئی اور۔ پس

اے سنی مسلمانو! اور میرے شیعہ مہربانو! میری عاجزانہ گذارش کو گوش ہوش سے سنو۔ اپنے متعصب علماء کی باتوں پر اسقدر باور نہ کرو۔ آخر خدا نے آپ کو بھی کم و بیش سمجھ بوجھ عطا کی ہے اور حضرت احمدؑ اور احمدیت کی صداقت عیسائیوں کی تثلیث کیطرح اب کوئی چیستان یا لاینحل معمہ یا راز سربستہ نہیں ہے۔ جس کے فہم کے عقل و ادراک انسانی قاصر ہو۔ قرآن و حدیث و تاریخ و عقل سلیم بفضلہ تعالےٰ ہماری تائید میں ہیں۔ موجودہ مصائب پر نظر رکھکر کیا کبھی دفعہ بے ساختہ آپکے ہی منہ سے یہ کلمہ نکل نہیں گیا۔ کہ زمانہ آخر ہے۔ جبھی تو دن بدن سختیاں درپیش ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ کبھی خیال میں نہیں آتا۔ کہ جب زمانہ آخر ہے۔ تو امام آخر الزمان کیا ہوئے اگر اس زمانہ غربت اسلام میں ہی کوئی حامی و معاون اسلام ظاہر نہ ہوا۔ تو پھر کب ہوگا۔ اور اس کے ہونے کا فائدہ کیا۔ دیکھو جس قرآن مجید کی پیروی کو آپ اپنے لئے ذریعہ نجات جانتے اور وظیفہ حل کل مشکلات مانتے ہو۔ اسی میں ہی مذکور ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝ یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ ہم کسی قوم کو مبتلائے عذاب نہیں کرتے۔ جب تک کہ (اتمام حجت کے لئے پہلے) کسی رسول کو نہ بھیج لیں۔ پس موجودہ خوفناک بے نظیر اور عالمگیر عذابوں پر نظر کر کے بھی ادھر اُدھر دیکھو۔ اور دریافت کرو۔ کہ آیا خدا کیطرف سے کوئی رسول یا ڈرانے والا اس وقت میں بھی نزول عذاب سے پہلے آچکا ہے۔ یا نہ۔ اور اس نے خدا کیطرف سے اس نے ان آنے والے مصائب و شدائد سے مطلع ہو کر قوم کو ڈرایا۔ اور خدا کیطرف رجوع کرنے کا امر فرمایا یا نہ؟

پھر اس سورہ ملک سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اپنے اپنے وقت کے نذیر کے انکار اور تکذیب کے باعث منکرین جہنم میں ڈالے جائینگے۔ اور جہنم کے فرشتے ان سے دریافت کریں گے۔ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ تو وہ جواب میں کہینگے۔ جی ہاں! نذیر آیا تو تھا۔ لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ تمہارے الہام وغیرہ سب افترا پردازیاں ہیں۔ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ الخ پھر اس صحبت میں آیا۔ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ الخ یعنی اگر وہ تمہارے رزق بند کر دے تو کون ہے۔ جو تم کو رزق دے سکتا ہے

دیکھو ہماری پانی اتار دینے والے عذاب کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ کہ غیر معمولی رزق کا قحط نمودار ہو گیا ہے۔ چنانچہ آٹے کا بھاؤ آجکل تین ساڑھے تین سیر تک ہے۔ جو کہ کبھی گھی جیسی ضروری جنس کا بھاؤ ہوا کرتا تھا۔

پس اے دوستو! اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور ضد و تعصب کو چھوڑ کر امام آخر الزمان اور اپنے وقت کے نذیر کی جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ قبل اس کے دوسرے شدید ترین عذابوں مثلاً یخسف بکم الارض (زمین میں دھنس جانا) اور یرسل علیکم حاصبا (پتھر برسائے جانے) میں مبتلا کئے جاؤ۔ اور گذشتہ غلطیوں اور گستاخیوں سے توبہ تائب ہو کر خدا کے پیارے دین حق کی تبلیغ و اشاعت میں جان و مال قربان کر دو۔ کیونکہ مولا کریم اور اس کے رسول پاک کو راضی کرنے کی یہی ایک سبیل رہ گئی ہے۔ پھر یقین ہے۔ کہ خدا بھی حسب وعدہ کریمانہ ان تنصروا اللہ ینصرکم جلدی تمہاری نصرت فرمائیگا اور ان مصائب و شدائد کے طوفان سے بھی امان بخشے گا۔ والسلام۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔ (خاکسار خادم حسین کوہ کسولی)

اعجب العجائب

کوائف بود و باش امام غائب

معزز ناظرین! امام غائب سے مراد شیعہ صاحبان کے بارہویں امام حضرت محمد (مہدی) علیہ السلام ہیں۔ جن کی پیدائش حسب روایات شیعہ ایک نصرانی الاصل کنیز نرجس خاتون علیہا السلام مقام سر من رائے نواح بغداد میں سنہ ۲۵۶ ہجری میں بعہد خلیفہ عباس معتمد ہوئی۔ ابھی چار پانچ سال کا ہی سن تھا۔ کہ علمائے اہل سنت والجماعت کے قول کے مطابق تو آپ فوت ہی ہو گئے۔ لیکن شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یکایک وہ دشمنوں کے خوف سے غائب ہو گئے۔ اس وقت سے لیکر موجودہ سنہ ۱۳۴۰ ہجری تک کہ تقریباً گیارہ سو برس ہوتے آئے۔ وہ اسی طرح غائب و مفقود الخبر ہیں

اگرچہ اُن کی زندگی کا سو دو سو برس سے بھی کوئی تازہ اور تسلی بخش ثبوت شیعہ پیش نہیں کر سکتے۔ تاہم وہ اُن کے عقیدہ حیات مہدی کے قائل ہیں۔ وجہ اُس کی زیادہ تر یہ ہے کہ شیعوں کے اعتقاد میں ہر زمانہ میں ایک امام کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحُجَّۃِ یہانتک تو یہ عقیدہ لوازمات مذہب اسلام میں سے قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس عام اصول کو جو ہر زمانہ کے ہر جدید امام پر عائد ہو سکتا تھا۔ صرف بارہ اماموں تک محدود کر دیا۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ بارہویں امام کو ہی جن کو اب پیدا ہوئے ہوئے گیارہ سو برس پورے ہونے آئے۔ امام صاحب الزمان مانتے ہیں۔ اور مانتے رہینگے۔ چاہے وہ گیارہ ہزار برس تک اور بھی غائب و مستور اور ادائے فرض منصب امامت سے نفور رہیں۔ خواہ امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کی ساری گمراہ اور غیر مسلم اقوام سے پائمال اور تباہ ہوتی رہے۔ لیکن پھر بھی غیبت امام کو وہ خاص مصلحت الٰہیہ پر مبنی سمجھیں گے۔

حالانکہ انبیاء اور اُن کے اوصیاء کے لئے تبلیغ دین متین اور اعلائے کلمۃ اللہ سے بڑھکر اور کوئے قرآن مجید کوئی اعلیٰ و اولیٰ تر مصلحت نہیں ہو سکتی۔

لیکن پھر بھی قدیم بانیان و حامیان مذہب شیعہ ہر قسم کی ایسی روایات کا کافی ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔ جو آئندہ نسلوں میں امام ثانی عشر علیہ السلام کو امام حی و قائم ثابت کرنے کے لئے کم و بیش کارآمد ہو سکیں۔ منجملہ اُن کے وہ روایات ہیں۔ جن سے مثل دوسرے زندہ انسانوں کے امام ہمام کی بود و باش و حرکات و سکنات و کوچ و قیام کا پتہ چل سکے۔ چونکہ عام طور پر اہل سنت کے ہاں شیعوں کے امام مہدی علیہ السلام کی نسبت مشہور ہے۔ کہ وہ غار میں چھپ گئے تھے۔ اور یہ کہ اصحاب کہف کیطرح گویا اسی غار میں غائب و مستور ہیں۔ اور پھر یہ کہ کس طرح عقل سلیم باور کر سکتی ہے۔ کہ انسان بستی دنیا سے کنارہ کش ہو کر بغیر تہیہ سامان خورد و نوش سینکڑوں برس سے اس میں زندہ رہ سکتا ہے۔ ایسے اعتراضوں پر شیعہ بہت برا مناتے ہیں اور ان کو اہل سنت کی ناواقفیت پر محمول کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے امام عالیمقام اب تک اتنی تنگ

تاریک غار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھکر تھوڑا ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ تو الحاضر فی الامصار والغائب عن الانظار ہیں۔ (ارشادیہ شرح اعتقادیہ ابن بابویہ) زمین پر چاہیں تو بہ طے الارض سیر فرما سکتے ہیں۔ اور فضائے آسمان میں ہوا خوری کرنا چاہیں۔ تو ابر صعب (سخت بادل) پر بیٹھکر مشارق و مغارب عالم کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ (عین الحیات) اور تنہائی اور وحشت تو جب ہو۔ کہ آپ اکیلے و تنہا رہنے پر مجبور ہوں۔ نہیں۔ بلکہ آپ تو اطراف عالم میں خدام خیام و اصحاب جان نثار و اسپ و شتران تیز رفتار کے ساتھ کوچ و مقام فرماتے ہیں۔ کتاب غائیت المرام بحوالہ کشف الغمہ اردبیلی) اور ان کو گمنام کہنا بھی مخالفین کے کمال تعصب پر دال ہے۔ کیونکہ امام کا نام نامی اور ذکر گرامی تمام عرصہ عالم میں زبان زد خلائق ہے۔ چنانچہ ان کی نسبت مروی ہے۔ ولا جنس اشہر من جنس القائم لانہ مذکور فی المشرق والمغرب (اکمال الدین) لیکن چونکہ اس طریق صحرا نوردی اور جہاں گردی اور زبانی جمع و خرچ شہرت پر بھی بعض شبہات کا اندیشہ ممکن تھا۔ اس واسطے امام کی بود و باش مستقل اور مسکن خاص بھی مقرر کر دیا اور اس کا نام (ناحیہ مقدسہ) تجویز کیا گیا۔ لیکن افسوس کہ وہ بھی ایک نہیں دو نہیں بلکہ کئی ایک ہیں۔ اور بوجہ باہم متضاد اور مختلف البلاد اور اکثر برائے نام بناوٹی بے بنیاد ہونے کے بمشکل قابل اعتماد ہو سکتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مختلف زمانوں میں مختلف حامیان مذہب نے اس میں ترمیم بازی اور جدت طرازی دکھلائی ہے اور رفتہ رفتہ ایک غیر مرئی امام اور کئی مقام گمنام ہونے سے بجائے اس کے معترضین و مشککین کی تشفی و تسکین ہو سکتی۔ الٹا حضرت صاحب الزمان کا بے نشان اور مفقود الخبر ہونا بالیقین ثابت ہو گیا۔ بقول شخصے ؎

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

اب ذیل میں وہ چند روایات لکھی جاتی ہیں۔ جن میں مہدی علیہ السلام کے مستقل قیام اور کوچ و مقام بود و باش کا ذکر پایا جاتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے ۲۶۰ ہجری میں بمقام سر من رائے جب کہ امام اپنے والد بزرگوار

امام حسن العسکری علیہ السلام کے حین حیات ہی میں تین چار سال کی عمر میں غائب ہو گئے لیکن جب وہ فوت ہو گئے۔ تو اُن کا جنازہ پڑھنے کے لئے دفعتہً آموجود (اکمال الدین)

(۲) پھر ۲۶۶ ہجری میں غائب ہوئے۔ جبکہ معتمد عباس کے سپاہی آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آپ کی دولت سرائے میں گھس آئے۔ اور اسی وقت سے پہلی غیبت خاص (غیبت صغرائے) کا زمانہ شروع ہوا۔ اس وقت سے لیکر ۳۲۸ ہجری تک کہ تقریباً ۶۲ برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ سامرہ و بغدادی چار شخص یکے بعد دیگرے آپ کے وکیل یا سفیر مقرر ہوئے جن کو وکلائے ناحیہ مقدسہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد سے کامل غیبت (غیبت کبریٰ) کا دور شروع ہوا۔ جو اب تک بدستور چلا آتا ہے۔

(۳) ایک طویل روائیت میں جو علی بن ابراہیم بن مہزیار اہوازی سے منقول ہے۔ خود امام علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ "ہمارے والد بزرگوار نے ہم کو تاکید فرمائی ہے کہ "نہائیت دشوار گذار پہاڑوں میں سکونت اختیار کروں۔ اور ایسے بیابان میں جہاں پانی اور گھاس کا نام و نشان تک نہ ہو۔ خدا کی قسم ہے جب تمہارے مولا (امام حسن عسکری) تقیہ فرماتے رہے۔ اور میرے لئے اسے ورثہ میں چھوڑ گئے ہیں۔ تو اب میں بھی تقیہ میں گذاروں گا۔ جب تک کہ خروج پر مامور نہ ہوں۔ (دیکھو بحار انوار فارسی جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۵ تا صفحہ ۱۷۷)

(۴) مقام روحا واقعہ کوہستان و صحرائے مدینہ منورہ جہاں پر حج کا احرام باندھنے والے صدائے لبیک بلند کرتے ہیں۔ اس مقام پر تین کس ہمراہان اخلاص نشان امام کے ہمراہ رہتے ہیں۔ (دیکھو صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ باب ہفتاد و نہم صفحہ ۴۰۷)

(۵) ذی طوے کی پہاڑیاں واقعہ حرم مکہ معظمہ دیکھو رسالۃ الحجۃ مشمولہ کتاب غایۃ المرام در ذیل آیۃ الثالث والستون مطبوعہ ایران صفحہ ۷۴۵۔

(۶) شہر جابلسا و جابلقا جو انتہائے مشرق و مغرب عالم میں واقعہ ہیں۔ دیکھو کتاب نجم الثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۰؛

(۷) بغداد کے شیعوں کی عادت تھی کہ ہر جمعہ کو ایک گھوڑا ساز سے آراستہ کر کے

باب السرداب پر جا ٹھہرتے ہیں۔ اور مہدی کا نام لے کر پکارتے۔ ان کی ہمیشہ یہی عادت تھی۔ یہانتک کہ بنی عثمان کے سلطان سلیمان خاں جب بادشاہ ہوئے۔ اور بغداد پر غلبہ پایا۔ تو اس عادت کو مٹا دیا۔ دیکھو اخبار الدول عربی مطبوعہ مصر ص۱۱۸

(۸) اسی طرح ابن بطوطا نے شہر حلہ کے شیعوں کی نسبت لکھا ہے۔ کہ گھوڑے پر زین کس کر ایک غار کے سامنے لے جایا کرتے تھے۔ اور امام کو پکارا کرتے تھے۔ دیکھو اسفار ابن بطوطا مترجم اردو ص

(۹) شیعوں کی مشہور کتاب تحفۃ العوام میں لکھا ہے۔ کہ جس شیعہ کو کوئی حاجت یا مشکل در پیش ہو جائے۔ تو وہ اس مضمون کا ایک عریضہ لکھکر کسی دریا یا کنوئیں میں بھی ڈال دے۔ امام تک خود بخود پہنچ جائیگا۔

(۱۰) جزیرہ خضرا۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے۔ کہ جزیرہ خضر و بحر ابیض جزیرہ ایست در سرزمین ولایت بربر میان دریائے اندلس کہ آنحضرت (امام غائب) و اولاد و اصحاب او در آنجا باشند و معمور و آباد ان است و در ساحل آں دیار موضع است بشکل جزیرہ کہ اندلسیاں آنرا جزیرہ رفضہ میگویند۔ و ساکنان آں ساحل ہمگی شیعہ امامیہ اند و ما یحتاج الشیاں را از راہ جزیرہ خضر کہ مقام آنحضرت است در سالے دو بار و کیل ناحیہ مقدسہ بکشتی ہا از راہ بحر ابیض کہ محیط آں ناحیہ مقدسہ است مے آرد و بر اہل آں جزیرہ قسمت کردہ مراجعت مے نماید۔ مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۳۴ و نجم ثاقب ص ۲۰۸/۲۱۷ و بحار الانوار جلد ۱۳ و رسالہ جزیرہ خضر و بحر ابیض باقر مجلسی مطبوعہ لکھنؤ (ترجمہ) جزیرہ خضر و بحر ابیض سرزمین بربر میں اندلس یعنی (ہسپانیہ) کے سمندر کے درمیان ایک جزیرہ ہے۔ جہاں حضرت امام اور آپ کی اولاد و اصحاب اس جگہ پر رہتے سہتے ہیں اور وہ بہت آباد ہے۔ اور اس ولائت کے کنارہ پر ایک موضع ہے۔ جزیرہ کیصورت میں جس کو ہسپانیہ والے جزیرہ رفضہ (رافضیوں کا) کہتے ہیں۔ اور اس ساحل کے سب رہنے والے شیعہ امامیہ ہیں۔ اور اُن کی ضروریات کے لئے ناحیہ مقدسہ کے وکیل صاحب جزیرہ خضر کے راستہ سے جو جائے قیام آنحضرت کا ہے۔ سال میں دو دفعہ جہازوں میں بحر

کے راستے سے جو ناحیہ مقدسہ کے اردگرد ہے ہم پہنچاتے ہیں۔ اور جزیرہ کے رہنے والوں پر تقسیم کر کے واپس چلے آتے ہیں۔

(۱۱) امام صاحب سے مروی ہے۔ کہ غیبت صغریٰ (یعنی پہلی ۶۲ سالہ غیبت) میں اور نیز غیبت کبریٰ (جو ۳۲۸ھ سے شروع ہو کر اب تک چلی آئی ہے) میں ہر سال حج بیت اللہ شریف کے موقعہ پر تشریف لاتے ہیں۔ اس حال میں کہ سب لوگ ان کو دیکھتے ہیں۔ لیکن پہچان نہیں سکتے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال للقائم غیبتان یشہد فی احدیہما الموسم یری الناس ولا یرونہ اصول کافی معہ شرح صافی کتاب الحجۃ جزو سوم باب ہفتاد و نہم فی الغیبت ص ۴۰۶

(۱۲) جزیرہ گرین لینڈ۔ جو آئس لینڈ کے شمالی مغرب میں قطب شمالی کے نزدیک بحر منجمد شمالی میں واقع ہے۔ (دیکھو کتاب تثبیت القرآن مولوی سید نسیم حسن صاحب مطبوعہ ۱۹۱۷ء مطبع ریاضی امروہہ ص ۳۳ و ۳۴۔ مولوی صاحب کا یہ انکشاف ہزار تحسین و آفرین کے لائق ہے۔

معزز ناظرین! ممکن ہے کہ ان مختلف مقامات کے علاوہ بھی کتب شیعہ میں کوئی موقعہ مذکور ہو جہاں پر کہ حضرت امام غائب رونق افروز ہیں۔ لیکن جہاں تک مجھکو کتب شیعہ میں عبور حاصل اور یاد میں محفوظ تھا۔ میں نے مختصراً نیک نیتی کے ساتھ عرض کر دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ ان بارہ مواقعات مختلف کے بتلانے کے باوجود بھی آپ صاحبان کی تسلی نہ ہو۔ اور آپ بدستور شیعوں سے اپنا مطالبہ جاری رکھیں۔ کہ باوجود ان پتہ و نشان بتلانے کے بھی امام غائب ہماری نظروں سے تو غائب ہی ہے۔ کاش کہ جس طرح بقول محقق ابی بالبویہ غائب من الانظار کا پہلو غائب رہا۔ حاضر فی الامصار کا اثر بھی مشتاقان زیارت کے لئے دوش بدوش نمایاں رہتا۔ غرض امام غائب کی بود و باش اور مسکن کا مسئلہ بھی الٰہیات کے مسئلہ تثلیث کیطرح فہم و ادراک انسانی سے باہر ہے۔ ؎

مسکن مہدی کا یارو پتا اعظم اور ہے
ہے اسی عالم میں لیکن اس کا عالم اور ہے

وہ رسالے جن میں غیر مبائعین کے متعلق لاجواب مضامین چھپے ہیں

مارچ ۱۴ء
اگست ۱۴ء
دسمبر ۱۴ء
مئی ۱۵ء
جولائی ۱۵ء
نومبر ۱۵ء
جولائی ۱۶ء
جولائی ۱۷ء
مارچ ۱۸ء
مارچ ۱۹ء
مارچ ۱۹ء
مارچ ۲۱ء
مئی ۱۴ء
ستمبر ۱۴ء
فروری ۱۵ء
جولائی ۱۵ء
اگست ۱۵ء
مئی ۱۶ء
فروری ۱۷ء
نومبر ۱۷ء
ستمبر ۱۸ء
اگست ۱۸ء
اگست ۱۸ء
اگست ۱۹ء
مئی ۲۱ء
جون ۱۴ء
اکتوبر ۱۴ء
مارچ ۱۵ء
جون ۱۵ء
دسمبر ۱۵ء
مئی ۱۶ء
اپریل ۱۷ء
فروری ۱۸ء
اکتوبر ۱۸ء
ستمبر ۱۸ء
اکتوبر ۱۹ء
جولائی ۱۴ء
نومبر ۱۴ء
اپریل ۱۵ء
ستمبر ۱۵ء
جنوری ۱۶ء
اپریل ۱۷ء
فروری ۱۸ء
اکتوبر ۱۸ء
اکتوبر ۱۸ء
نومبر ۱۹ء

قیمت فی رسالہ ۰۳ر

وہ رسالے جن میں شیعہ کے متعلق مضامین ہیں

دسمبر ۱۱ء
جولائی ۱۲ء
جولائی ۱۳ء
جنوری ۱۳ء
فروری ۱۴ء
نومبر ۱۶ء
فروری ۱۹ء
ستمبر ۱۸ء
دسمبر ۱۹ء
جون ۲۰ء
ستمبر ۲۱ء
دسمبر ۱۲ء
جون ۱۲ء
دسمبر ۱۳ء
مارچ ۱۳ء
اپریل ۱۴ء
جنوری ۱۷ء
مارچ ۱۹ء
جنوری ۱۹ء
ستمبر ۲۰ء
نومبر ۱۲ء
مئی ۱۲ء
اکتوبر ۱۳ء
اکتوبر ۱۳ء
جون ۱۵ء
دسمبر ۱۷ء
اپریل ۱۹ء
جون ۱۹ء
فروری ۲۰ء
اکتوبر ۲۰ء
ستمبر ۱۲ء
مارچ ۱۲ء
مارچ ۱۳ء
جنوری ۱۴ء
مئی ۱۶ء
نومبر ۱۷ء
مارچ ۱۸ء
اگست ۱۹ء
اپریل ۲۰ء
دسمبر ۲۰ء

اکسیر جنین خیر فضل

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچی ہمدردی اور فائدہ خلق اللہ کے لیئے اس نہایت عاقل اور بیدار مغز اور خیر خواہ بنی النسان حکیم الامت مولانا مولوی نور الدین صاحب شاہی حکیم کا وہ مجرب نسخہ پورے طور پر طیار کیا ہے جس سے کئی گھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھرے ہوئے ہیں جو پیارے بچوں سے خالی تھے یہ وہ گھر ہیں جو اسقاط حمل کی وجہ سے یعنی اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے یا جن کی اولاد پیدا ہوتے ہی داغ مفارقت دے کر راہ دار البقاء لے لیتے تھے یا جن کے حمل قبل از وقت ضائع ہو جایا کرتے تھے یا مردہ پیدا ہوتے تھے اور والدین کے کلیجے صدمے سہتے سہتے مایوس اور نا امید ہو چکے تھے محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تریاقی گولیوں کے استعمال سے کئی گھر بامراد ہوئے اور ہو رہے ہیں +

آپ بھی خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان گولیوں کا استعمال کرائیں اور پیارے بچوں کی میٹھی میٹھی باتیں سنکر خدا تعالیٰ کا شکر کریں +

ان کے فوائد کے لحاظ سے قیمت بہت کم ہے۔ تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھائے۔

قیمت فی تولہ عہ ۴ ایک روپیہ چار آنہ

نظام جان عبد الرحمن کاغانی میجر زکار خانہ ہمدرد بیماران
قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

یہ کتابیں آپ کے پاس ضرور ہونی چاہئیں

کسر صلیب حصہ اول جس میں ابطال الوہیت مسیح قرآن و انجیل سے کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کو سب تلاش کرتے ہیں ختم ہو چکا ہے ہمارے پاس چند جلدیں نکل آئی ہیں۔ ۴ر

کسر صلیب حصہ دوم مباحثہ گوجرانوالہ میں عیسائیوں پر ۲۱ مطالبات ۲ر

براہین العقائد یوں تو سب اللہ تعالیٰ۔ ملائکہ۔ رسل۔ قرآن مجید۔ رسول کریمؐ۔ الہام بعد آنحضرت قیامت [illegible] عقیدہ ظاہر کرتے ہیں مگر دلائل پوچھو تو نہیں دے سکتے۔ اس کتاب میں ہر ایک پر قرآن مجید سے جامع دلائل دیئے گئے ہیں۔ اسلامی لٹریچر میں ایک ہی بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت بجائے ۱۰ر کے ۸ر

معارف القرآن حضرت خلیفۃ المسیح کے درس قرآن مجید سے نوٹ دس پاروں کے معارف و حقائق کا خزینہ ۸ر

پیغام حق تبلیغ سلسلہ احمدیہ کے لیئے نہایت سلیس اور پر اثر عبارت۔ ۴ر

مباحثہ سرگودہ صداقت مسیح موعود و ختم نبوۃ پر مابین جناب سید محمد اسحاق صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث۔ ۸ر

مباحثہ بمبئی مابین سید محمد اسحٰق صاحب و حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ از روئے قرآن و حدیث ۴ر

التشریح الصحیح نزول ابن مریم کے متعلق تمام مستند حوالوں کو جمع اور اعتراضات کا جواب دے دیا ہے۔ قیمت ۶ر

مباحثہ سارچور حیات و وفات مسیح کے متعلق ایک مولوی فاضل سے مباحثہ ۳ر

مرہم عیسیٰ ہر قسم کے زخموں۔ جلدی بیماریوں۔ پھوڑے پھنسیوں۔ خنازیر۔ خا[illegible] ڈبیہ خورد ۱۲ر ڈبیہ متوسط عہ ۴ر ڈبیہ کلاں عا ۴ر

خالص مومیائی جو بطور ایک نادر تحفہ کے ہمارے پاس ہے نہایت خالص تولہ +

اور تمام تازہ و علمی کتابیں ہماری معرفت بکفایت خریدی جا سکتی ہیں +

تراسی روپیہ آٹھ آنہ کی رقم معزز ناظرین تشحیذ پر آٹھ آنہ تراسی فرما کر اعانت سے یہ رقم پوری کر دیں تاکہ فنڈ پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

یہ دوسرا موقع
پریشانی سے
بولے سبھی
[illegible] سے

ملتہ

نئی چیز ہیلک نئی چیز

ڈاکٹر ایس کے برمن ریسرچ لائبریری کا طیار کردہ ہیلک ہر قسم کے گھاؤ زخم
موچ - گانٹھ - گلٹی - جھائیں - مہاسہ - چکتہ - ہاتھ پیروں کا پھٹنا - روکھاپن - بواسیر
آگ سے جلے ہوئے گھاؤ - جلن - چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لئے
حکمی دوا ہے - چوہے - بلی - مکڑی - برنی - بچھو وغیرہ کے کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دور
کرنے کے لئے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے - فٹ بول - کرکیٹ - جمناسٹک کھلاڑیوں
کے لئے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے اسکے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں
ہوتی - فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیوں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے زیادہ مفید ثابت
ہوئی ہے - ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیئے - قیمت
فی ڈبیہ ۱۰ر محصول ڈاک ۶ر

منہرا منہرا منہرا

اپنی خوشبو سے لوگوں کو متوالہ بنا دیتا ہے

تو خوشبو ہر سنٹ میں ہوتی ہے مگر اسکی بھینی بھینی خوشبو مفرح پائدار تازہ
خدا داد پھولوں کی سی ہے - منہرا میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کی خوشبو
دور تک پھیلتی ہے اور چار پانچ روز تک قائم رہتی ہے -
ف ج ل کو اسکا ایک بار امتحان کرنا چاہیئے - قیمت فی شیشی عہ
محو ر

سٹرلیس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ